سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ

حالات و کرامات

مقامِ اجراء
مرکزِ
ساداتِ
امروھہ
کراچی

رسمِ اجراء
۲۱ رجب
۱۴۰۹ھ
مطابق
۲۸ فروری
۱۹۸۹ء

سید ضمیر اختر نقوی

سیّد حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ

حالات و کرامات

سیّد ضمیر اختر نقوی

maablib.org

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعت ——— سنہ ۱۹۸۹ء

قیمت ——— سو روپے

کتابت ——— عبدالرقیب بھٹو

طباعت ——— ابن حسن آفسٹ پریس کراچی

ملنے کا پتہ

۲-ڈی - ۱۳ ڈی ون گلشن اقبال کراچی

فون نمبر:- ۴۶۸۷۹۰

سرورق

حضرت شرف الدین شاہ ولایت کے مزار کا

صدر دروازہ (امروہہ)

انجمنِ ساداتِ امروہہ، پاکستان، کراچی
مرکز ساداتِ امروہہ۔ ایس۔ ٹی ۱/۶ ۔ بلاک ۱۳۔ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

میں ذاتی طور پر اور بحیثیتِ صدر انجمن ساداتِ امروہہ پاکستان
جناب الحاج ضمیر اختر نقوی کی اس گراں قدر تالیف پر جو اُنہوں نے ہمارے
مورثِ اعلیٰ حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت کے سلسلے میں تحقیق فرمائی
ہے بے حد ممنون و متشکر ہوں
جناب الحاج ضمیر اختر نقوی کی اس تحقیقی کتاب کی تعریف الفاظ
یا تحریر کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ بہر حال یہ تاریخی اور تحقیقی کاوش انتہائی قابلِ
تحسین ہے۔ انجمن ساداتِ امروہہ کی جانب سے یومِ شاہ ولایت منعقدہ ۲۱ رجب ۱۴۰۹ھ
بمطابق ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء کو مذکورہ کتاب کے اجراء پر میں موصوف کو دلی مبارکباد
پیش کرتا ہوں۔

شبیب الحسن

۱۶ فروری ۱۹۸۹ء

سید شبیب الحسن زیدی
صدر
انجمن ساداتِ امروہہ پاکستان

یہ ضمیر اختر محقق نے کیا تفصیل سے
تذکرہ " شاہِ ولایت " کا، زہے زور قلم
مستند ہر لفظ ہر فقرہ، ہر اک اسکی سطر
ہر ورق یکتا ہے تاریخی حوالوں سے رقم

یکتا امروہوی

maablib.org

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	انتساب و شجرات	۷
۲۔	ابتدائیہ	۱۳
۳۔	حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ حالات اور کرامات	۱۷
۴۔	حضرت جعفر الذکیؒ ابنِ امام علی نقی علیہ السلام	۲۲
۵۔	حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کا نام اور نسب	۲۵
۶۔	حضرت سید شرف الدینؒ کا شجرۂ نسب	۲۷
۷۔	حضرت سید شرف الدینؒ کے اسلاف	۲۷
۸۔	حضرت سید شرف الدینؒ کے والد گرامی	۲۸
۹۔	حضرت سید شرف الدینؒ کی ولادت	۲۹
۱۰۔	حضرت سید شرف الدینؒ کی تعلیم و تربیت	۳۱
۱۱۔	حضرت سید شرف الدینؒ کی شادی	۳۲
۱۲۔	حضرت سید شرف الدینؒ کی امروہہ میں آمد	۳۴
۱۳۔	حضرت سید شرف الدینؒ کا قیام امروہہ	۳۶
۱۴۔	حضرت سید شرف الدینؒ اور حضرت شاہ نصیر الدینؒ	۳۸
۱۵۔	ساداتِ واسطیہ کی امروہہ کے تگوں سے جنگ	۳۹

۱۶-	حضرت سید شرف الدینؒ کا سکونتی مکان	۴۰
۱۷-	حضرت سید شرف الدینؒ کا سفر مکہ اور فریضۂ حج کی ادائیگی	۴۰
۱۸-	حضرت سید شرف الدینؒ کے کشف و کرامات	۴۱
۱۹-	بو علی قلندرؒ سے حضرت شاہ ولایتؒ کی ملاقات	۴۲
۲۰-	"مقاصد العارفین" اور شاہ ولایتؒ	۴۵
۲۱-	رسالہ سراج الدین احمد اور شاہ ولایتؒ	۵۰
۲۲-	سفرنامہ ابنِ بطوطہ میں "شیخ الزاویہ" سے کیا مراد ہے	۵۵
۲۳-	حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کی وفات	۵۷
۲۴-	حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کی اولاد	۵۸
۲۵-	حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کا مزار	۵۹
۲۶-	حیاتِ سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کے اہم سنین	۶۰
۲۷-	حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے عہد کے بادشاہ	۶۱
۲۸-	حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے ہم عصر مشاہیر	۶۲
۲۹-	حضرت علامہ حلی	۶۲
۳۰-	امام ابنِ تیمیہ	۶۳
۳۱-	حضرت نظام الدین اولیاؒ	۶۴
۳۲-	کتابیات	۶۷
۳۳-	ناکام امروہوی کا تعارف	۷۱
۳۴-	مثنوی سیر العارفین ذکر الکاملین	۷۳

انتساب

اپنے ننھے منے بھانجوں کے نام ___________

سیّد حسین رضا رضوی

اور

سیّد عباس رضا رضوی

ماشاءاللہ دونوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ نانا اور نانی کی طرف سے حضرت امام علی نقیؑ علیہ السلام کی نسل میں ہیں اور دادی کی طرف سے بھی شاہ ولایتؒ کے واسطے سے شجرہ حضرت امام نقیؑ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ دادا کی طرف سے یہ دونوں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نسل میں ہیں۔ چاروں شجرے شامل کتاب ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

سید حسین رضا اور سید عباس رضا کا شجرۂ نسب دادا سید فرزند رضا کی طرف سے

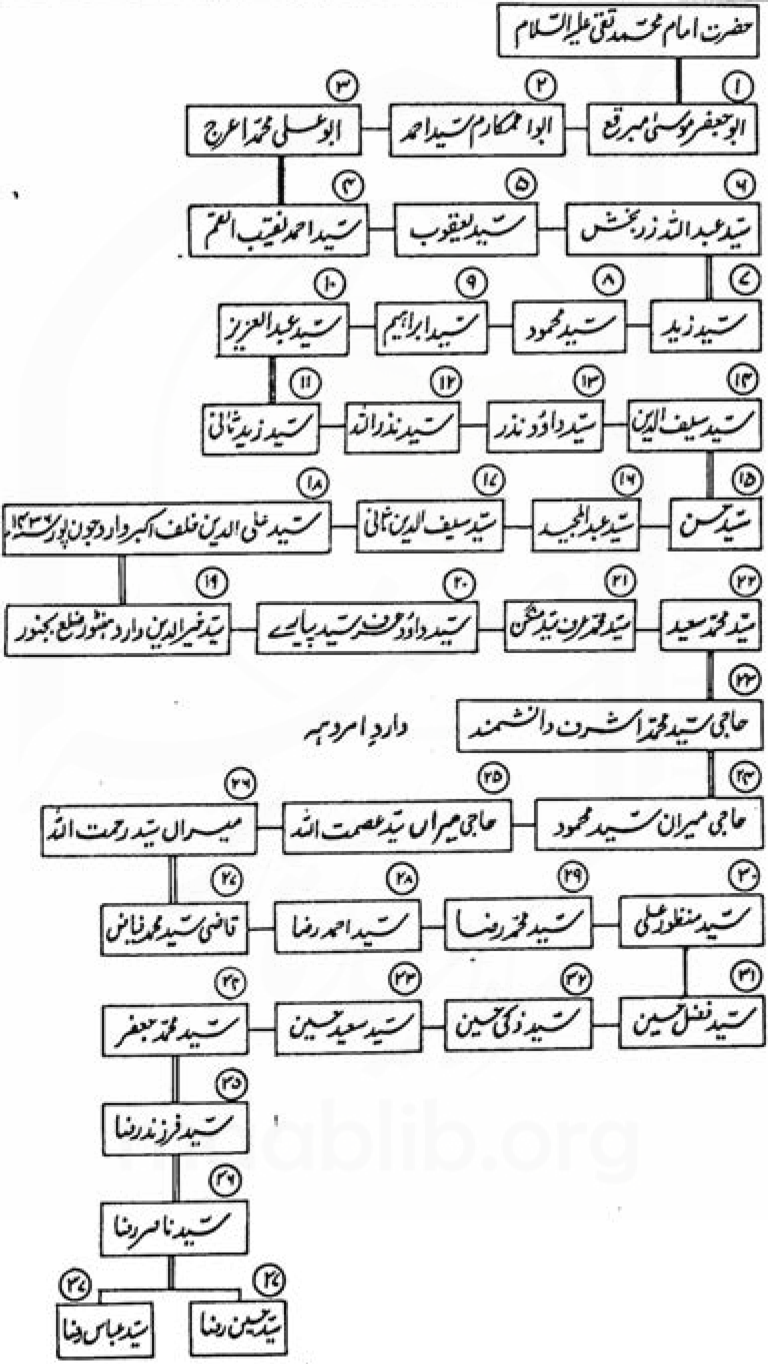

سید حسین رضا اور سید عباس رضا کا شجرۂ نسب دادی ناطقہ خاتون کی طرف سے

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

۱. سید جعفر الذکی
۲. سید ہارون
۳. سید علی
۴. سید حسین
۵. سید داؤد
۶. سید ابوالفرج
۷. سید ابوالمعالی
۸. سید مرتضیٰ
۹. سید علی بزرگ
۱۰. سید اشرف الدین شاہ ولایت
۱۱. میر قاضی سید علی
۱۲. قاضی محمود سالار عرف بڈھا
۱۳. قاضی سید حسین عرف منیر
۱۴. قاضی ظہور الدین عرف سید اشرف
۱۵. قاضی سید خادم عرف سید ظہیر
۱۶. قاضی سید خادم خدائے سونا برس
۱۷. قاضی سید بہاؤ الدین عرف سالار
۱۸. قاضی سید کبیر
۱۹. سید علی اکبر
۲۰. سید محمد صادق
۲۱. سید فتح مراد
۲۲. سید اعظم
۲۳. سید محمد مراد
۲۴. سید غلام حسن
۲۵. سید روشن علی
۲۶. سید مہر علی
۲۷. سید محمد کاظم
۲۸. سید ریاض الحسن
۲۹. سید ناظم حسین
۳۰. ناطقہ خاتون
۳۱. سید ناصر رضا
۳۲. سید عباس رضا
۳۳. سید حسین رضا

سید حسین رضا اور سید عباس رضا کی نانی خطیبہ آلِ محمدؑ
سیدہ محسنہ بیگم نقوی اعلی اللہ مقامہا کا

شجرۂ نسب

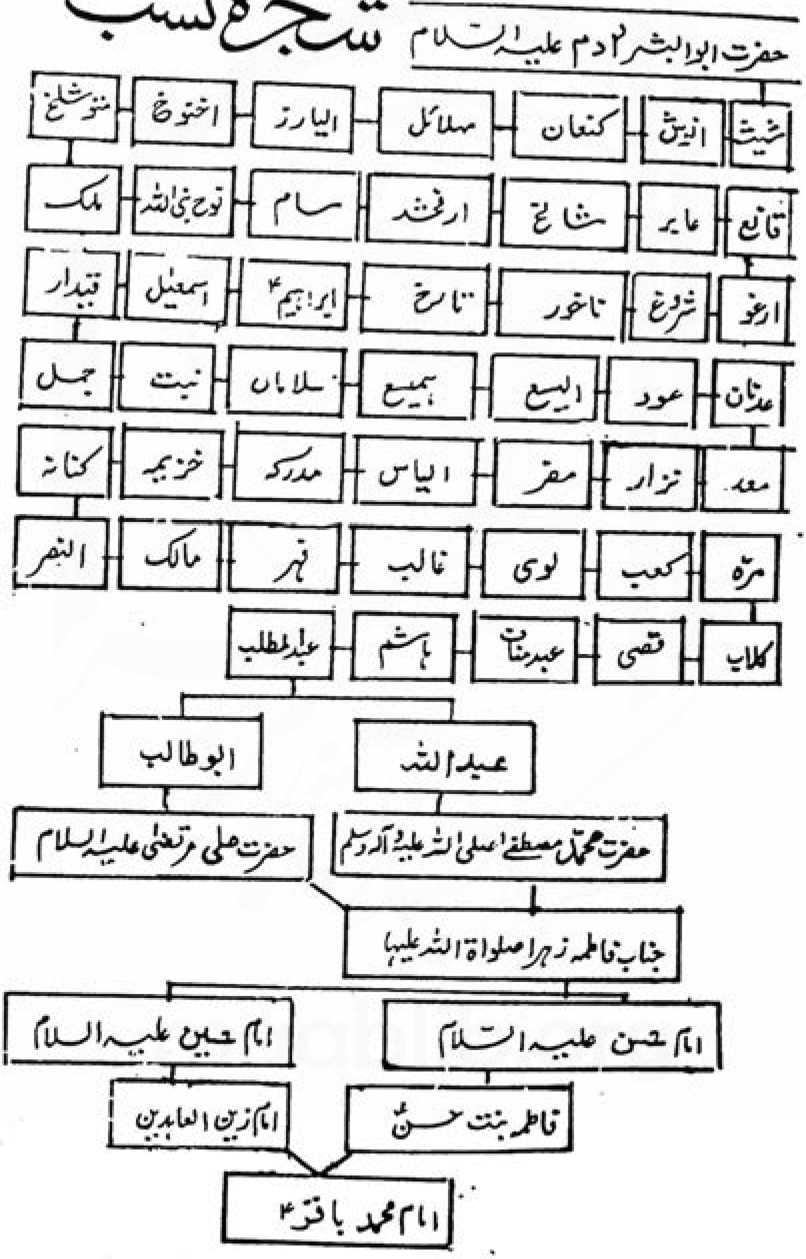

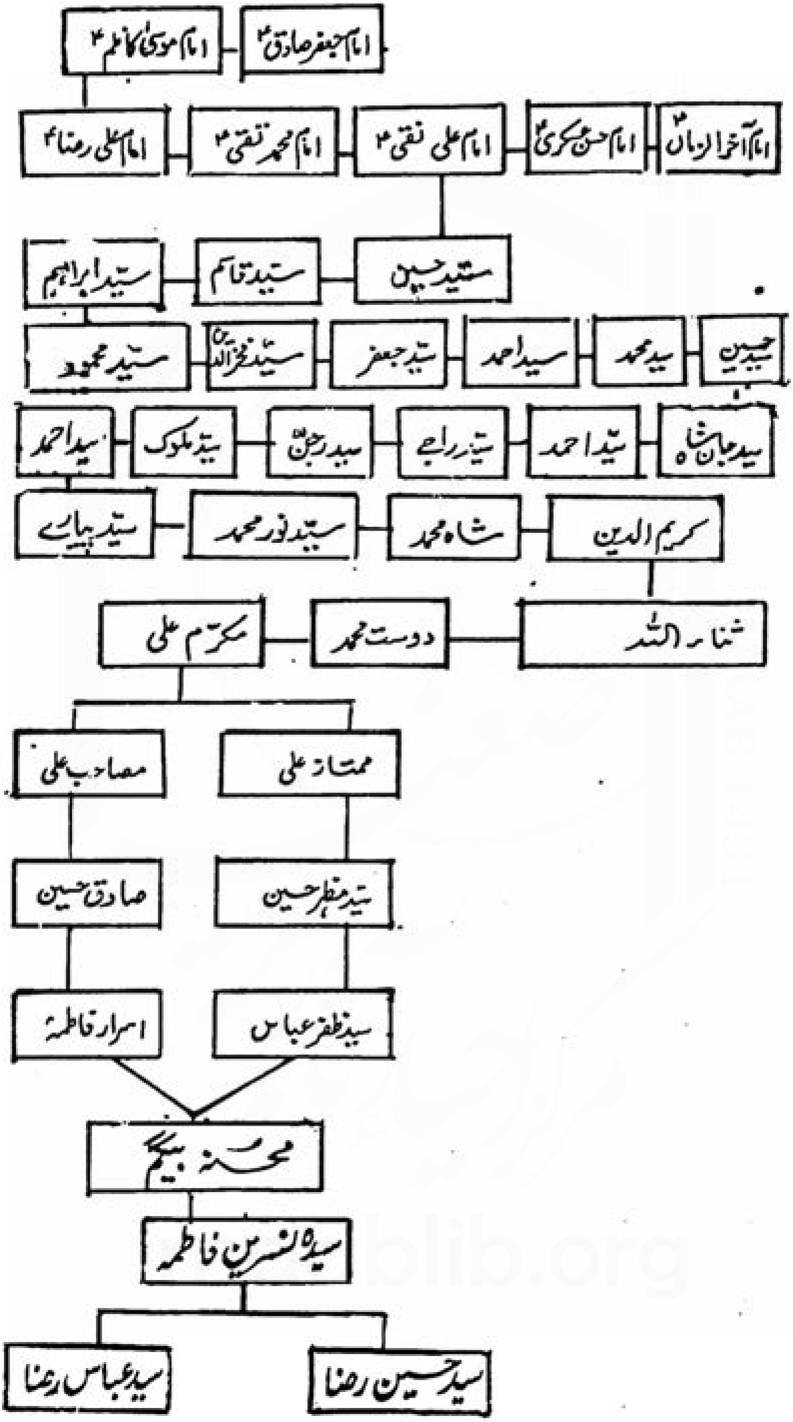
امام جعفر صادقؑ
امام موسیٰ کاظمؑ
امام آخر الزماںؑ
امام حسن عسکریؑ
امام علی نقیؑ
امام محمد تقیؑ
امام علی رضاؑ
سید حسین
سید قاسم
سید ابراہیم
سید حسین
سید محمد
سید احمد
سید جعفر
سید فخر اللہ
سید محمود
سید جان شاہ
سید احمد
سید راجے
سید رجن
سید ملوک
سید احمد
کریم الدین
شاہ محمد
سید نور محمد
سید پیارے
ثناء اللہ
دوست محمد
مکرم علی
ممتاز علی
مصاحب علی
سید مظہر حسین
صادق حسین
سید ظفر عباس
اسرار فاطمہ
محسنہ بیگم
سیدہ نسرین فاطمہ
سید حسین رضا
سید عباس رضا

سید حسین رضا اور سید عباس رضا کا شجرۂ نسب نانا سید ظہیر حسن نقوی کی طرف سے

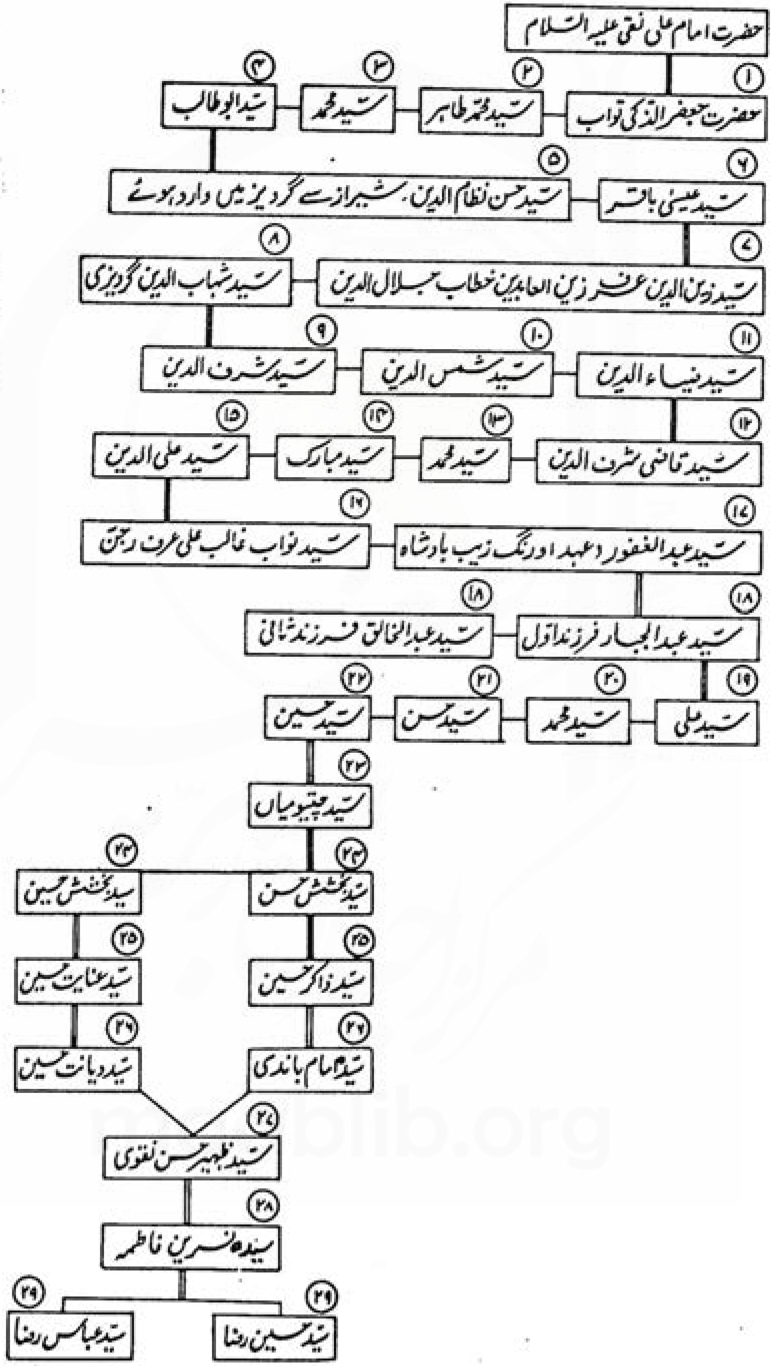

ابتدائیہ

۱۲؍ رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱؍ اپریل ۱۹۸۶ء کو سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کے یوم وفات پر انجمن سادات امروہہ نے مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا۔ اس سلسلے میں صدر و اراکین انجمن سادات امروہہ نے مجھ سے خواہش کی کہ میں بھی شاہ ولایتؒ پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کروں۔ وقت کم تھا لیکن میں نے ایک مقالہ لکھ لیا لیکن دیکھ کر پڑھنے کی عادت نہیں ہے اس لئے اسی مقالہ کی روشنی میں ایک تقریر میں نے کر دی جو انجمن کے پاس محفوظ ہوگی۔ مذاکرہ کی صدارت محترم ڈاکٹر فرمان فتح پوری فرما رہے تھے۔

میں نے تصوف کے حوالے سے چند اہم نکات کی نشاندہی کی تھی۔ ڈاکٹر فرمان صاحب ہماری گفتگو کے نہج کو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکے اور جواباً انہوں نے ملّاؤں کے خلاف تقریر شروع کر دی۔ اتفاق سے ملّا ازم کے میں خود خلاف ہوں اور اس موضوع پر جتنی تقاریر میں نے کی ہیں۔ شاید ہی کسی مقرر کے ذخیرۂ تقاریر میں محفوظ ہوں۔ میں نے تصوّف کا موازنہ صرف علوم آلِ محمدؐ سے کیا تھا۔ ظاہر ہے آلِ محمدؐ کے علم کے سامنے تصوّف کی کیا حقیقت ہے؟ کبھی موقع ملا تو ڈاکٹر فرمان صاحب کے لئے ایک کتاب لکھوں گا۔ جس میں انہیں بتاؤں گا کہ تصوّف کا آغاز صرف آلِ محمدؐ کی روحانیت کو گھٹانے کے لئے کیا گیا تھا۔ لیکن تصوّف اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ آج بھی بغیر ذکرِ علیؑ صوفی اپنی بات کا آغاز نہیں کرتا۔ یہ ایک طویل موضوع ہے جس پر مستقل ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

فرصت نہ ملنے کی وجہ سے مقالہ نامکمل ہی پڑا رہا۔ سید ناصر رضا سلمہٗ کی فرمائش پر میں نے از سر نو اس مقالے کو کتابی شکل دی ہے۔ حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ

کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا۔ چند کتابیں جو تاریخ امروہہ کے موضوع پر لکھی گئی ہیں ان میں مختصر ذکر مل جاتا ہے وہ بھی اس طرح کے واقعات و حالات کی تکرار ہے۔ میں نے اپنے موضوع کو سجانے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی ایک مثنوی جواب نایاب ہے میں نے کتاب میں شامل کر دی ہے۔

حضرت شرف الدینؒ کے حالات سے دلچسپی مجھے ۱۹۸۱ء میں ہوئی تھی جب جناب محمد علی خاں امروہوی کی دعوت پر میں امروہہ پہنچا انہوں نے عزا خانہ چھجی امروہہ میں میری تقریر کا اہتمام کیا تھا۔ محترم مولانا محمد عبادت امروہوی مدظلہ نے ایک استقبالیہ بھی دیا جس میں امروہہ کے تمام معززین نے شرکت فرمائی۔ استقبالیہ حضرت امام نقی علیہ السلام کی ولادت کے دن دیا گیا تھا۔ وہاں میں نے معصومؑ کی سیرت و کردار پر تقریر کی۔ اہل امروہہ نے میری تقاریر کو پسند کیا اور اب تک وہاں سے خطوط آتے رہتے ہیں۔ مجھے وہاں کے حضرات نے امروہہ کا چپہ چپہ دکھایا اور سیر کروائی۔ میں حضرت شرف الدینؒ کے مزار پر گیا وہاں کے پُرفضا ماحول میں ایک حسن ہے۔ بچھو بھی دیکھے اور ان بچھوؤں کو میرے ہاتھ پر رکھ دیا گیا کبھی موقع ملا تو ان کرامات پر بھی کچھ لکھوں گا۔

کتاب لکھنا اور لکھ کر چھپوانا آسان نہیں ہے۔ اگر یہ کام ہو جائے تو قوم کے ہر شخص کو صرف یہ خیال رہے کہ یہ کام کیسے ہو گیا اور اس عہد میں علمی اور تحقیقی کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور نئی نسل تک پیغام کو پہنچا دے۔ یہ بھی ایک اہم کام ہے۔

کتاب لکھنے کے سلسلے میں دقت تو ہوتی ہے۔ یہ کام اور زیادہ مشکل تھا۔ امروہہ کے حضرات کتابیں چھپائے بیٹھے ہیں۔ کتاب دکھانے تک کو راضی نہ ہوئے۔ خدا جزائے خیر دے بھائی محسن کو۔ موصوف ہمارے عہد کے عظیم سوز خوان ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی سید علی نجف امروہوی صاحب سے ملاقات کروائی۔ انہوں نے خاص مواد حضرت شرف الدینؒ کے سلسلے میں دکھایا جس سے کافی

مدد ملی اور یہ کتاب تیار ہو گئی۔

پروفیسر ظہیر نفیس صاحب، جناب مولانا علی کرار نقوی، جناب علی امام نقوی، جناب تقی الحسن صاحب بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے اس سلسلے میں تعاون فرمایا۔ ہم ان کے ممنون و مشکور ہیں۔

کتاب کا انتساب میں نے اپنے چھوٹے ننھے منے بھانجوں کے نام کیا ہے۔ ان کی دادی کا شجرۂ نسب حضرت شاہ ولایت شرف الدینؒ سے جا کر ملتا ہے اس موضوع سے دلچسپی اس لئے برقرار رہی کہ یہ بچے بڑے ہو کر اپنے اجداد کی تاریخ ہماری کتاب میں پڑھیں گے تو ہمارے لئے دعائے خیر کریں گے۔ اس کتاب کی یہ قیمت میرے لئے بہت ہے۔

کتاب پڑھئے اور اپنی رائے سے مطلع کیجئے۔ شکریہ

ضمیر اختر نقوی

۱۰۵/۲۰ فیڈرل بی ایریا۔ انچولی سوسائٹی

کراچی نمبر ۳۸

کوثر امر وہوی

شاہ شرف الدینؒ

نگینِ خاتمِ رحمت ہیں شاہ شرف الدین
فروغِ نیرِ عصمت ہیں شاہ شرف الدین

امینِ دولتِ ملت ہیں شاہِ شرف الدین
زمیں پہ مظہرِ قدرت ہیں شاہ شرف الدین

کمالِ جلوۂ عرفان و آگہی ہی نہیں
جمالِ نورِ رسالت ہیں شاہِ شرف الدین

ہر عہد میں اُنھیں کہیے امیرِ کشورِ فقر
کہ ترجمانِ حقیقت ہیں شاہ شرف الدین

دیارِ کفر و ضلالت میں دینِ حق کے لئے
ضیاءِ مہرِ ہدایت ہیں شاہ شرف الدین

تجلیِ رُخِ زہرہ و مرتضیٰ کی قسم
نشانِ شانِ سیادت ہیں شاہ شرف الدین

رموزِ خاص شریعت کے پاسباں ہو کر
امیرِ راہِ طریقت ہیں شاہ شرف الدین

حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایت رح

حالات و کرامات

مسلمانوں کی تاریخ نہایت تاریک ہے لیکن اسلام کی تاریخ بہت روشن ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ اور اسلام کی تاریخ میں بہت گہرا فرق ہے ایک مادیت کی تاریخ ہے اور دوسری روحانیت کا مرکز ہے، مسلمانوں کو منجانب اللہ ایسے رہنما ملے تھے کہ انہیں عالم کی رہنمائی و قیادت حاصل کرنا چاہیئے تھی۔ مگر افسوس کہ یہ دنیا کی قیادت میں آ گئے۔ انہوں نے دینِ اسلام کے بجائے کبھی عربیت کو اپنایا، کبھی ایرانیت کو، آخر ترکوں نے مسلمان حکمرانوں کے خواب پریشان کر دیئے۔ معتصم باللہ ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء میں تخت نشین ہوا تو بالفاظ غلام رسول مہر:

"اس نے ترکی فوج کی بھرتی کی اور ان کے لئے بڑی خوبصورت وردیاں بنوائیں۔ اس طرح معتصم باللہ کے عہد سے ترک، عباسی خلافت میں دخل کے مجاز بنے۔ اسی دخل سے عباسی خلافت کے ضعف کی ابتدا ہوئی اور سلطنت آہستہ آہستہ مستقل حکومتوں میں بٹتی گئی۔ یہاں تک کہ خلیفہ محض برائے نام رہ گئے۔"

ترک بڑے اکھڑ اور وحشی تھے۔ ان کے چھوٹے بڑے دستے بغداد کے بازاروں میں پھرنے لگے۔ بات بات پر جھگڑتے اس طرح فساد اٹھ کھڑا ہوا۔ عوام کو ان ترک باشندوں

کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ معتصم باللہ نے ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی تدبیر یہ سوچی کر ترکوں کے لیے بغداد سے الگ ایک نئی چھاؤنی بنا دی جائے۔ چنانچہ بغداد کے شمال میں ساٹھ میل پر ایک مقام تجویز کیا جس کا ابتدائی نام "سامرا" تھا۔ مسلمان حکومتوں کا یہ پانچواں بڑا دارالخلافہ تھا جو پہلے آباد ہوا پھر اجڑ گیا۔

مسلمانوں کے اس عروج و زوال میں ایک پائندہ حقیقت اور لازوال عظمت بھی تھی وہ زندہ حقیقت یہ تھی کہ ساتھ ہی ساتھ اسلام کی تاریخ بھی اپنے کارروائی کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی اور اس عہد میں اسلامی تاریخ کے رہنما حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسویں جانشین و فرزند حضرت امام علی نقی علیہ السلام تھے۔

آلِ محمدؐ نے تعصب، جتھہ بندی اور نسل پرستی کے تصور کو ہمیشہ ٹھکرایا، نتیجہ یہ کہ ان کا مشن تغیرات سے محفوظ اور ان کا پیام، دوام سے آشنا ہے۔ وہ حقیقی اسلام کے نمائندے، حقیقی اسلام کے نشان، دینِ حق کے محافظ تھے۔ بنی امیہ اور بنی عباس و ترک و تاتار کی خلافتی حیثیت ختم ہو گئی۔ مگر آلِ محمدؐ کی حکومت ہمیشہ ترقی پذیر رہی اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہی حال مسلمانوں کے پانچویں دارالحکومت "سامرا" کا ہوا۔ "سامرا" مسلمانوں کا دارالحکومت نہ رہا لیکن اسلامی تاریخ کا مرکز ضرور بن گیا۔ یہاں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا روضۂ انور بنا اور آج یہ شہر صرف دو معصوم ہستیوں کی نسبت سے مشہور و معروف ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام سلسلہ امامت میں دسویں امام ہیں۔ آپ نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت مدینۂ منورہ کے محلہ "بصریا" میں ہوئی۔ ولادت کی تاریخ ۵ رجب ۲۱۴ھ مطابق ۸۲۹ء تحقیق شدہ تاریخ ہے۔ ان دنوں آپ کے پدر گرامی "بصریا" میں قیام پذیر تھے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی والدۂ گرامی کا نام سمانۂ خاتون ہے اور مختلف روایات کے مطابق آپ کا شمار صدیقین و صالحین میں

کیا جاتا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اپنے والد کے بعد امام خلق ہوئے اور سچے مسلمانوں کو جو اس گھرانے سے وابستہ تھے شریعت اور احکام دین کی تعلیم دینے میں مصروف ہوئے۔ متوکل بادشاہ عباسی نے آپ کو مدینے میں رہنے نہیں دیا اور ۲۴۳ھ میں اپنے پایۂ تخت "سامرا" میں بلا کر نظر بند کر دیا۔ گیارہ برس آپ نے اس طرح بسر کئے۔ آخر ۳ رجب ۲۵۴ھ مطابق ۸۶۸ء میں معتز باللہ خلیفۂ عباسی کے زہر دینے سے آپ کی شہادت ہوئی۔ اس وقت عمر شریف صرف بیالیس۴۲ برس کی تھی، جس میں مدّتِ امامت چونتیس۳۴ سال قرار پاتی ہے زیادہ حصّہ گوشہ نشینی، حراست اور قید و بند میں گزرا۔ حکومتوں کا دباؤ قیامت کا تھا۔ اذیتوں کا کا سلسلہ برابر قائم تھا لیکن امام کا فرضِ ہدایت بھی ادا ہو رہا تھا۔ آپ کا قیام جب تک مدینے میں رہا مسجدِ نبوی میں منبرِ رسولؐ سے آفاقی پیغام مسلمانوں کو سناتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے آپ کے علمی پیغامات کی قدر نہ کی، آپ کے بیانات کا ایک بڑا حصہ ہے جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہ گیا ورنہ شاید اُسے بھی محو کر دیا جاتا۔ ایسے ایسے اہم سوالات جن کے جوابات کی آج کے دور کو ضرورت تھی لیکن عباسی حکمرانوں کے مظالم نے انہیں محفوظ نہ رہنے دیا۔ پھر بھی یہ آپ کا معجزہ ہے کہ کچھ علمی کارنامے باقی رہ گئے "توحید" کے موضوع پر علم و عرفان کے بحرِ بے کراں سے ایک موجِ روحانیت کا حسین منظر پیش کیا جاتا ہے۔

فتح بن خاقان جو وزیرِ مملکت عباسی کے عہدہ پر فائز تھا۔ ایک روز حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، فرزندِ رسولؐ! ذرا توحید کے معنی تو بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا وہ خدا ایسا ہے کہ نہ اس کا کوئی جزو ہے نہ شریک نہ مخلوقات سے قریب ہے نہ بعید۔ سب کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اس کو کسی نے نہیں پیدا کیا۔ ہر شے کا جاننے والا ہے اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔ اس کا کوئی مثل و

نظیر ممکن نہیں ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ فتح بن خاقان نے کہا کہ "یہ شان تو بندہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ بندے بھی یکتا ہوتے ہیں، بندے بھی بے مثل و نظیر ہوتے ہیں تو خدا میں کیا خاص بات ہے"؟ امامؑ نے فرمایا: "فتح بن خاقان یاد رکھ، بندوں کا ایک ہونا اور ہے اور خدا کی وحدانیت اور ہے۔ بندہ ایک ہو کے بھی ہزار اجزا سے مرکب ہوتا ہے۔ انسان میں خون بھی ہے اور گوشت بھی، ہڈی بھی ہے اور چمڑا بھی، یہ کس طرح ایک ہو سکتا ہے۔ اس کی وحدت ہی ہزاروں کثرتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا بے مثال ہونا بھی اس طرح ہے کہ ہزار امثال کے ہوتے ہوئے بھی بے مثل کہا جاتا ہے۔ لیکن خدا کی وحدت و یکتائی اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس کا نہ کوئی جز ہے نہ شریک، وہ نہ مرکب ہے نہ جز و مرکب۔ اس کی شان ہی اور ہے اس کا انداز ہی نرالا ہے۔ فتح بن خاقان نے عرض کیا" فرزند رسولؐ! لطیف کے کیا معنی ہیں اور خدا کے لطیف و خبیر ہونے کا کیا مطلب ہے؟" امامؑ نے فرمایا" فتح بن خاقان یاد رکھ اس نے لطیف ترین اور نازک ترین مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اس سے زیادہ لطیف کون ہو گا۔ ذرا اس کی مخلوقات پر تو نظر ڈالو۔ کیسی نازک گھاس کیسے نازک پھول، کیسی نازک پتیاں، کیسی نازک پتیوں میں رگیں، چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں، چیونٹیوں کے واسطے روزی، ہر مخلوق کا ایک مقصد، ہر مخلوق کی ایک ذمہ داری، سب میں بچے، جوان، نر و مادہ، ماں باپ، جوڑے اور جفت، سب کے لئے حفاظت کا الگ انتظام، سب کے لئے غذا کا الگ نظام، سب کی الگ الگ حرکات، سب کی الگ بولیاں، دریاؤں میں مچھلیاں، مچھلیوں کی اقسام، ہر ایک کی الگ بناوٹ، ہر ایک کی جداگانہ صفت ــــ کیا یہ سب اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ بنانے والا لطیف و خبیر ہے۔ ایسا لطیف ہے کہ نزاکتوں کا انبار لگا دیا ہے اور ایسا خبیر ہے کہ کوئی چیز نگاہوں سے غائب نہیں ہے۔

اس علمی شہ پارے کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام علی نقی

علیہ السلام خود کتنے لطیف و خبیر ہیں کہ ان تمام نزاکتوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور ان تمام باریکیوں کی مکمل اطلاع رکھتے ہیں جہاں سیکڑوں برس میں علم دنیا نہیں پہنچتا وہاں آپ کی نگاہ لمحوں میں کام کرتی ہے۔ یہ شان صرف نمائندہ پروردگار میں ہوتی ہے اور خدائے لطیف و خبیر کسی جاہل کو اپنا نمائندہ نہیں بناتا وہ جب کسی کو اپنا نمائندہ اور جانشین بناتا ہے تو اسی قسم کے کمالات دے کر بھیجتا ہے جس قسم کے کمالات کا خود حامل ہے۔ وہ ایسا باکمال بنا دیتا ہے کہ بندہ بندگی کرنے کے بعد بھی "خدا نما" نظر آتا ہے اور کبھی کبھی خدائی کے جلوے اس قدر نمایاں ہو جاتے ہیں کہ بندہ پر خدا کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔

خلیفۂ عباسی متوکل کے عہد میں یحییٰ بن اکثم ایک بہت بڑا درباری عالم تھا۔ اُسے اپنے علم پر ناز تھا اور متوکل کو بھی اس پر اعتماد تھا۔ ایک مرتبہ یحییٰ بن اکثم سے کہنے لگا کہ ایک روز علی نقیؑ کا امتحان لو اور ان سے ایسے سوالات کرو کہ یہ جواب نہ دے سکیں۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے اور اپنی دانست میں مشکل ترین سوالات لے کر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے سامنے آگیا۔ یحییٰ بن اکثم نے پوچھا کہ یہ فرمایئے کہ اللہ نے ہر نبی کو الگ الگ معجزہ کیوں دیا۔ جناب موسیٰؑ کو عصا دیا، جناب عیسیٰؑ کو مردوں کو زندہ کرنے اور مریضوں کو شفایاب بنانے کی قوت و طاقت عطا کی۔ پیغمبر اسلامؐ کو قرآن اور تلوار کی قوت و طاقت عطا کی۔ ایسا کیوں ہوا جبکہ سب خدا کے نمائندے تھے اور سب کو خدا ہی نے بھیجا تھا۔ امامؑ نے فرمایا تجھے معجزہ کی حقیقت ہی نہیں معلوم ہے معجزہ حالات کے تحت دیا جاتا ہے تاکہ اس دور کے لوگ اس کی قدر پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ صاحب اعجاز مافوق البشر طاقت رکھتا ہے۔ جناب موسیٰؑ کے دور میں جادو کا زور تھا۔ اللہ نے انہیں عصا کا معجزہ عطا کیا۔ جناب عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا اللہ نے انہیں مسیحائی عطا کر دی، حضور سرور کائناتؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت اور شجاعت کا زور تھا، انہیں قرآن اور تلوار کا معجزہ عطا کیا گیا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد میں چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ایک فرزند سے سلسلۂ امامت قائم ہے۔ دو بیٹوں سے آپ کی نسل پوری دنیا میں پھیل گئی۔

سب سے بڑے فرزند گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تھے جن کے فرزند حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں جن کا انتظار پوری کائنات کر رہی ہے۔

دُوسرے بیٹے سید حسین تھے جو نہایت عابد و زاہد اور پُرشکوہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی نسل بخارہ اور اصفہان سے کرہ سادات الٰہ آباد اور فتح پور ہنسوہ سادات سنڈواتک پھیلی ہوئی ہے۔

تیسرے فرزند سید محمد ہیں۔ آپ کا روضہ سامرہ میں ہے اور آپ کی بے شمار کرامات و معجزات مشہور ہیں۔

چوتھے فرزند جعفر الذکی ہیں۔ جو جعفر تواب کے نام سے مشہور ہیں۔ ساداتِ نصیرآباد (جائس) ساداتِ رسول پور، سادات مانکپور، ساداتِ بیٹی، سادات مصطفیٰ آباد، ضلع رائے بریلی اور ساداتِ امروہہ، یہ سب جعفر الذکی کی اولاد ہیں۔ جعفر الذکی کی سیرت و کردار پر تاریخ میں بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔

حضرت جعفر الذکی ابنِ امام علی نقی علیہ السلام

نام جعفر، کنیت ابوعبداللہ، آپ کے القاب ابوالکریتن، زکی، کذاب اور تواب بھی مشہور ہیں۔ والد گرامی حضرت امام علی نقی علیہ السلام ہیں، والدۂ گرامی حضرت سلیل خاتون نہایت پاکیزہ اور صاحبِ تقویٰ خاتون تھیں۔

حضرت جعفر الذکی کی ولادت ۲۴۶ھ میں قرار پائی ہے ۲۷۲ھ میں آپ نے بعمر چھیانوے (۹۶) سال وفات پائی۔ آپ کی قبر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں بمقام "سامرہ" ہے۔ (منتہی الآمال جلد دوم) اہلِ تاریخ آپ کی اولاد کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰)

بتلاتے ہیں لیکن سلسلۂ نسل صرف چھ صاحبزادوں سے قائم ہوا۔ چنانچہ اسی بنا پر آپ کو "ابوالکرّیین" کا لقب ملا۔ آپ کے وہ چھ فرزند یہ ہیں۔

(۱) اسمٰعیل حریف (۲) طاہر (۳) یحییٰ الصوفی (۴) ہارون (۵) علی اور (۶) ادریس۔ آپ کی ایک صاحبزادی بریّہ نامی سید محمد بن موسیٰ مبرقع ابن محمد تقی علیہ السلام کو منسوب تھیں۔

حضرت جعفر الذکی پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے اپنے پدر گرامی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد دعویٔ امامت کیا تھا۔ اس لئے ان کو کذاب یعنی جھوٹے کا لقب تاریخ نے عطا کر دیا اور چونکہ بعد میں توبہ کر لی اس لئے توآب مشہور ہوئے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بنی عباس کے ظالم و جابر حکمرانوں سے امامت کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ دعویٰ کیا تھا۔ جس طرح حضرت ختمی مرتبتؐ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قتل کا سارا منصوبہ صرف حضرت ابو طالب علیہ السلام کے اظہارِ ایمان نہ کرنے سے خاک میں مل گیا۔ پس جس طرح حضرت ختمی مرتبتؐ کے چچا حضرت ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی زندگی اپنے تقیہ میں مضمر پائی بالکل اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کے چچا جعفر الذکی نے اپنے بھتیجے کی زندگی اپنے انکارِ امامت میں مضمر پائی اور آخری امام کی حفاظت میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ تاریخ ایک کو کافر اور دوسرے کو کذاب کہہ کر پکارتی ہے ایہ مسلمانوں کی تاریخ کی تاریکی ہے، ان حضرات کی عظیم شخصیات پر ان الزامات سے سیاہی نہیں چھا سکتی۔

حضرت جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کے چوتھے فرزند سید ہارون کی نسل میں تین سو چھیاسی (۳۸۶) برس کے بعد ایک نامور ہستی کا ظہور ہوا جن کو دنیا سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

عکس سجلات جرولیاں متعلق صفحہ ۸ تحفۃ الانساب

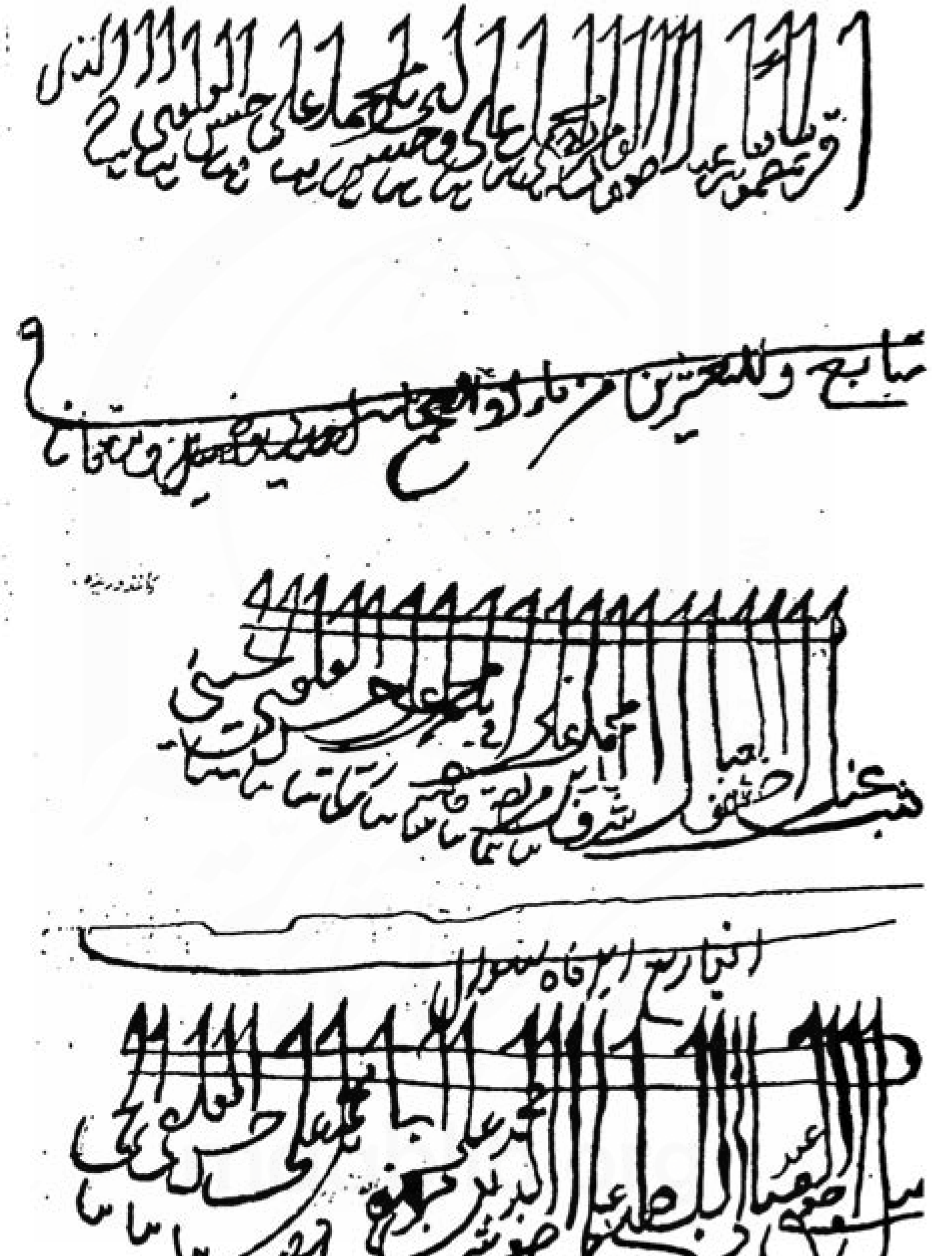

حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کا نام اور نسب

حضرت شاہ ولایتؒ کے حالات کے سلسلے میں جتنے ماخذ دستیاب ہوئے ہیں مثلاً کنز الانساب، عمدۃ الطالب، ریاض الانساب، گلزارِ شمس تبریز، ثمرات القدس، اسراریہ، مقاصد العارفین، تاریخ اصغری، تواریخ واسطیہ، مراۃ الانساب، تاریخ ساداتِ امروہہ میں آپ کا اسمِ گرامی "شرف الدین" بتایا گیا ہے۔ لیکن محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب "تاریخ امروہہ" میں اپنی تحقیق کے تحت "سید حسن" نام لکھا ہے۔ محمود احمد عباسی نے اپنے دعوئی کے ثبوت میں سجلات متولیان کا عکس "تحقیق الانساب" کے صفحہ ۸۲ پر شائع کیا ہے۔ ان سجلات میں آپ کا نام "حسن" تحریر ہے۔ لیکن اہلِ امروہہ کا خیال ہے کہ آپ کا نام "سید حسین" ہے۔

سادات میں یہ قدیم دستور تھا کہ سب سے بڑے فرزند کا نام "محمد" اور چھوٹے فرزند کا نام علی" رکھتے تھے۔ دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ بڑے فرزند کا نام "حسن" اور چھوٹے فرزند کا نام "حسین" رکھتے تھے۔ اگر شاہ ولایتؒ کے سلسلے میں یہ تحقیق ہو جائے کہ آپ اپنے والد کے بڑے بیٹے تھے یا چھوٹے بیٹے تھے تو نام کا مسئلہ بھی آسانی سے حل ہو سکتا ہے ورنہ قیاس یہی کہتا ہے کہ آپ کا اصل نام سید حسین ہو گا۔ کیونکہ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ کا نام "حسین" ہے لیکن شجرہ میں "حسن" نام نہیں ملتا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "شرف الدین" نام نہیں بلکہ لقب ہے۔ حالانکہ سادات کے جتنے بھی شجرے دستیاب ہیں ہر سلسلے میں دو تین بزرگوں کے نام شرف الدین ضرور ملیں گے۔ شاہ ولایتؒ کا نام اگر شرف الدین تسلیم کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ تاریخی نام ہے تو اس کے عدد ۶۷۵ ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ کا یہ تاریخی نام ہو اور ۶۷۵ھ آپ کی ولادت کا سنہ ہو۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کی ولادت ۶۵۳ھ لکھی ہے۔ ۶۷۵ھ اور ۶۵۳ھ میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ بہر حال آپ کا یہ تاریخی نام "شرف الدین" محققین کو دعوت تحقیق دے رہا ہے۔

حضرت شاہ ولایتؒ کے کئی مشہور لقب ہیں۔ مثلاً مخدوم، سیدالعارفین، پیر پہاڑی وغیرہ، لیکن شاہ ولایتؒ اصل نام سے بھی زیادہ مشہور ہوگیا۔

سید رحیم بخش امروہوی نے اس لقب سے شاہ شرف الدین کے ملقب ہونے کی مندرجہ ذیل وجہ لکھی ہے۔

"تاریخ فرشتہ" نے ذکر حالات علاءالدین خلجی سکندر ثانی میں شہر امروہہ کا نام "ولایت امروہہ" تحریر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت اسی وجہ سے "شاہ ولایت" "مشہور ہیں"۔ (تواریخ واسطیہ)

آپ "پیر پہاڑی" کے لقب سے بھی مشہور تھے، امروہہ تشریف لانے کے بعد آپ اپنے خاندان کو امروہہ خاص میں بسا کر خود ایک پہاڑ پر جو امروہہ سے تقریباً ساٹھ کوس کے فاصلے پر تھا عزلت گزین ہو گئے تھے جہاں آپ نے مدتوں ریاضت فرمائی۔

شاہ عضدالدین صابری نے اس لقب کی توضیح اس طرح کی ہے:۔

"آپ کا اسم گرامی سید شرف الدین اور لقب شاہِ ولایت ہے۔ پیٹھ پیچھے لوگ آپ کو "پیر پہاڑی" کہہ کر بھی یاد کرتے ہیں"۔ (مقاصد العارفین)

مخدوم اور سیدالعارفین کے القاب آپ کی ذات سے مخصوص نہیں بلکہ اکثر اولیائے کرام کے نام کے ساتھ بطورِ احترام لکھے جاتے ہیں۔ مگر کثرتِ استعمال سے آپ کے نام کا جزو بن گئے ہیں۔

آپ کے مشہور لقب "شاہ ولایت" کے سلسلے میں سید محمد تقی خاں نقوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"لقب ولی اللہ کے بارے میں ہم شیعوں کا قطعی طور پر یہ عقیدہ ہے کہ سوائے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کے گیارہ اماموں اور ان کے متبعینِ حقیقی کے علاوہ اور کوئی ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ سید حسین شرف الدین صاحب

اس بنا پر شاہ ولایت یہ کردہ متبع آئمۂ معصومین ہیں اور وہ ہادیٔ دوراں امام انس وجاں سرکارِ حجتہ عج سے بیعت کئے ہوئے تھے۔" (اثباتِ حقیقت ص۵۹)

حضرت سید شرف الدین کا شجرۂ نسب

سادات کے شجروں پر لکھی گئی تمام کتب میں آپ کا شجرۂ نسب اور تفصیلات تحریر ہیں۔ کنز الانساب، عمدۃ الطالب، ثمرات القدس، اسرار یہ اور گلزار شمس تبریز کے حوالے سے آپ کا شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

"حضرت شرف الدین شاہِ ولایت بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفرح صیداوی الواسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن جعفر ثانی (زکی) بن حضرت امام علی نقی علیہ السلام۔"

حضرت شاہ ولایتؒ کا سال پیدائش ۶۵۲ھ ہے اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا سالِ شہادت ۲۵۴ھ ہے۔ شاہ ولایتؒ اور دسویں امام حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا درمیانی زمانہ تقریباً چار سو برس کا ہے۔ مندرجہ بالا ناموں کے شمار کے بعد گیارہ پشتیں شمار میں آتی ہیں۔

حضرت سید شرف الدین کے اسلاف

سید ہارون بن جعفر ثانی (زکی) بن امام علی نقی علیہ السلام کے دو فرزند سید حسن اور سید حسین ملک شام کے شہر "صیدا" میں جاکر آباد ہوئے اور وہاں ان کی اولاد پروان چڑھی۔ "صیدا دمشق (شام) کے قریب صور کے مشرق میں ایک ساحلی شہر ہے۔" (معجم البلدان ص۲۱۹)

عباسی حکمرانوں کے مظالم نے سادات کو سامرہ و بغداد سے ہجرت پر مجبور کردیا اس عہد میں ملک شام کسی حد تک پرسکون تھا۔ زیادہ تر سادات ایران یا شام کو ہجرت کرتے تھے۔

سید حسین بن سید ہارون بن جعفر ثانی بن امام علی نقی علیہ السلام کے پوتے سید

ابوالفرج بن سید داؤد "صیدا" میں پیدا ہوئے لیکن آپ ترکِ سکونت کر کے شہر" واسط" چلے آئے تھے۔ اسی لئے سید ابوالفرج صیداوی الواسطی مشہور ہیں" (عمدۃ الطالب) تین پشتوں تک یہ خاندان " واسط" میں آباد رہا۔

حضرت سید شرف الدینؒ کے والد گرامی

آپ کے والد گرامی کا نام سید علی بزرگ واسطی تھا۔ آپ کے والد شہر" واسط" کے نامی گرامی سید تھے۔ " شہر واسط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک شہر ہے جو" واسط الحجاج" کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔" (معجم البلدان) یہ شہر اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ جغرافیائی تغیرات کی بنا پر بہت مشہور ہو گیا تھا۔ کسی زمانہ میں دریائے دجلہ اس کے پاس سے گزر کر اس شہر کی رونق کو دوبالا کرتا تھا۔ عراق میں مسلم حکمرانوں کی حکومت کے زمانے میں جب زراعت کے لئے دریائے دجلہ سے نہریں نکالی گئیں تو یہاں دجلہ پایاب ہو گیا۔ بعض نااہل حکمرانوں کی بے توجہی اور غفلت سے نہروں کی مرمت نہ ہو سکی اور دجلہ ان نہروں میں سے ایک نہر میں مستقل طور سے بہنے لگا۔ اور اس نے اپنی قدیم گزرگاہ کو جس کے کنارے شہر واسط آباد تھا بالکل چھوڑ دیا جس سے اہل شہر کو پانی کے لئے بڑی مشکلات پیش آئیں اور وہاں کی سرسبز زمین بیابان بن گئی مجبوراً وہاں سے لوگوں نے ترکِ وطن کر دیا۔

ممکن ہے اسی زمانے میں حضرت سید شرف الدین کے والد بزرگوار سید علی بزرگ نے بھی ان ہی وجوہات کی بناپر ترک وطن کیا ہو۔ بہر حال سید علی بزرگ نے معہ اہل و عیال و ایک کثیر جماعت ہندوستان کی جانب ہجرت فرمائی۔ ہندوستان میں وہ پنجاب کے مختلف قریوں اور شہروں میں رہے۔

سید اصغر حسین نقوی امروہوی لکھتے ہیں:۔

"سید علی بزرگ ولد سید مرتضیٰ جو مخدوم سید شرف الدین موصوف کے والد تھے وہاں سے (واسطہ عراق سے) ہند میں آئے اور قصبہ سودہرہ متصل لاہور میں مقام کیا۔" (تاریخ اصغری ص ۳۳)

حضرت سید شرف الدینؒ کی ولادت

سید شرف الدینؒ شاہ ولایت ۶۵۳ھ مطابق ۱۲۵۵ء میں بمقام سہودرہ (لاہور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے مختلف روایات تحریر کی ہیں۔

جمال احمد نقوی لکھتے ہیں:۔

"بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سال پیدائش ۵۵۳ھ لکھ دیا ہے جو ابن بطوطہ کی صراحت سے متعلق ہو جانے کے بعد قرین عقل نہیں رہتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ غلطی سے بجائے ۶۵۳ھ کے ۵۵۳ھ تحریر ہو گیا ہو۔ اس قسم کی غلطیاں اکثر تذکرہ نویسوں کے بیانات میں بعض اوقات بوجہ عدم تحقیق اور بعض اوقات بوجہ سہو و خطاء انسانی اور بعض اوقات بیانات نقل در نقل ہوتے میں ہو جاتی تھیں۔ پس بعض تذکرہ نویسوں کے بیان کردہ سال پیدائش کو بجائے ۵۵۳ھ کے ۶۵۳ھ باور کر لینا قرین قیاس ہے۔" (تاریخ سادات امروہہ ص ۲۷)

جمال احمد نقوی نے ص ۲۷ پر بھی یہی بات دہرائی ہے لکھتے ہیں:۔

"حضرت شاہ ولایتؒ کی پیدائش ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی تھی۔ اور قیاس غالب یہ ہے کہ جناب کا سال پیدائش ۶۵۳ھ یا اس کے قریب ہی قریب ہے۔" (تاریخ سادات امروہہ)

"مقاصد العارفین" کے مقدمہ میں موصوف ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے بھی آپ کی ولادت ۶۵۳ھ ہی کو مستند قرار دیا ہے۔

سید سخی حسن نقوی امروہوی مرحوم نے "مقدمہ تاریخ اصغری" میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"متقدمین اور متوسطین تذکرہ نویسوں نے درایت سے کام لئے بغیر حضرت کی عمر ۲۳۰ سال مان کر ۷۸۳ھ سال وفات کی بنیاد پر سال ولادت ۵۵۳ھ قرار دے دیا۔ یہ عمر غیر طبعی ہے اس لئے ظاہر ہے غلط ہے اور اس جہت سے حضرت کا سال ولادت بھی ۵۵۳ھ درست نہیں ہے۔ اس کے برخلاف، متاخرین تذکرہ نویسوں نے جنہوں نے درایت سے کام لینے کی کوشش کی۔ حضرت کی عمر ۱۰۰ سال متعین کرکے جو طبعی عمر ہے، حضرت کا سال ولادت ساتویں صدی ہجری کے وسط میں قرار دے دیا۔ لیکن اس کے باوجود سنین کے تعین میں ان کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ صاحب تاریخ سادات امروہہ بہ نظر احتیاط، یا بربنائے تشکک، آخر میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضرت مخدوم کا سال ولادت، بہر حال ساتویں صدی ہجری کے وسط میں کوئی سال ہے۔ بلا شبہ یہ ایک معتدل رائے ہے، لیکن صحیح تاریخ ولادت تک پہنچنے میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی" (مجلہ انجمن سادات امروہہ کراچی)

"مقاصد العارفین" کی تحریر کردہ تاریخ ولادت کے مطابق حضرت شرف الدین شاہ ولایت کی عمر دو سو تیس ۲۳۰ سال ہوتی ہے۔ اگر آپ اتنی طویل عمر پاتے تو وہ اپنی اولاد کی کئی پشتوں کو اپنی آنکھ سے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیتے حالانکہ تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پوتوں کی اولاد آپ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکی۔ "مقاصد العارفین" میں لکھے ہوئے سنہ پیدائش کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے جمال احمد نقوی کا تحریر کردہ سنہ پیدائش قرین قیاس ہے۔ مقام ولادت کے سلسلے میں میں صاحب "مقاصد العارفین"، شاہ عضد الدین محمد چشتی صابری نے جائے ولادت قصبہ سہوردہ (لاہور) بتائی ہے۔ اس سلسلے میں مزید تحقیق کی

ضرورت ہے۔

حضرت سیّد شرف الدینؒ کی تعلیم و تربیت

حضرت سیّد شرف الدین کی تعلیم و تربیت والد سید علی بزرگ کی نگرانی میں ہوئی۔ یہ وہ عہد تھا کہ ہندوستان میں ملتان اور بھکر کے علاقے تعلیم و تدریس کا مرکز تھے۔ اسی نسبت سے حضرت سید شرف الدینؒ کے والد بزرگوار سید علی بزرگ معہ اپنے خاندان کے سہودرہ (لاہور) سے ملتان تشریف لائے۔ ملتان سادات نقویہ کی اکثریت سے چھلک رہا تھا۔ محلہ گردیز سادات کی وجہ سے آج بھی مشہور ہے، یہاں مشائخ سہروردیہ بھی اس عہد میں شہرت رکھتے تھے۔ چونکہ سنّی حکمرانوں کا دور تھا اس لئے مشائخ اپنے قدم جما چکے تھے۔ ان کے مدرسے اور تعلیم گاہیں بھی قائم ہو چکی تھیں۔ سادات کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ سادات کے گھر کے بچے بھی ابتدائی تعلیم کے بعد مشائخ کے مدرسوں میں منطق و فلسفہ و دیگر مروّجہ علوم مشائخ کے مدرسوں میں حاصل کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ہم اودھ کی حکومت تک دیکھتے ہیں۔ لکھنؤ میں فرنگی محل کا مدرسہ مغلوں کے عہد میں قائم ہوا تھا اور بادشاہ واجد علی شاہ کے عہد تک شیعہ علماء نے وہاں تعلیم حاصل کی تھی۔ سید شرف الدینؒ کے عہد میں شیعہ مدرسوں یا تعلیم کے مراکز کا پتہ نہیں چلتا۔ سید علی بزرگ جب ملتان آئے سیّد شرف الدین عنفوان شباب کی منازل طے کر رہے تھے۔ سادات کا یہ خاندان بھی کئی سال ملتان میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں سید شرف الدینؒ نے ظاہری علوم کی تکمیل حضرت ناصح الدین سہروردی کی خدمت میں کی، یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، حضرت علیؑ کا قول ہے۔ "علم جہاں سے ملے وہاں سے حاصل کرو۔" مشائخ کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیّد شرف الدینؒ نے عقیدہ تبدیل کر لیا اور سنّی صوفی ہو گئے۔ یا

انہوں نے مشائخ سہروردیہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلۂ تصوف کو رائج کیا۔ تاریخ آلِ محمدؐ میں تصوف کی جگہ علمِ عرفان ہے۔ اور علمِ عرفان کا مرتبہ تصوف سے اعلیٰ وارفع ہے۔ ظاہر ہے سید شرف الدینؒ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو پسند نہیں کرسکتے تھے۔

سید شرف الدینؒ جب علومِ ظاہری کی تکمیل کرچکے اور آپ کی عمر تقریباً چوبیس ۲۴ پچیس ۲۵ سال کی ہوئی تو سید جلال الدین شاہ سرخ بخاریؒ کی دختر سے آپ کی شادی ہوگئی۔ گمان غالب ہے کہ اسی عرصے میں سید جلال الدین شاہ سرخ بخاریؒ کی صحبت کے اثر سے آپ علوم باطنی میں دلچسپی لینے لگے۔ اور یہ میلانات رفتہ رفتہ قوی سے قوی تر ہوتے گئے۔

حضرت سید شرف الدینؒ کی بیعت کا افسانہ ایک شاخسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں نے غلطی سے یہ تحریر کردیا ہے کہ آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی بیعت کی تھی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی جبکہ سید شرف الدینؒ ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کی ولادت سے تیئس ۲۳ برس قبل شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات ہوچکی تھی۔ اس لئے اُن سے بیعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضرت سید شرف الدینؒ کی شادی

حضرت سید شرف الدینؒ شاہ ولایت کی شادی سید جلال الدین حیدر سرخ بخاریؒ کی سب سے چھوٹی دختر کنیز فاطمہ عرف فاطمۃ الطاہرہ سے ہوئی۔ محترمہ کنیز فاطمہ کے بھائی سید احمد کبیر تھے جو سلطان محمد تغلق کے دربار میں درجہ دوم کے امراء میں شمار ہوتے تھے ان کے صاحبزادے سید جلال الدین حسین موسوم بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ تھے۔ حضرت سید شرف الدینؒ کی زوجہ فاطمۃ الطاہرہ کی وفات کا پتہ نہیں چل سکا۔ اُن کی قبر حضرت شاہ ولایت

کی قبر سے متصل ہے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق، سید جلال الدین حیدر سرخ بخاریؒ کا اس قدر معتقد تھا کہ آپ کی خدمت میں چند روز کے وقفہ سے ضرور حاضر ہوتا تھا۔ اور احترام کی یہ حد تھی کہ استقبال کے لئے بہت دور تک جاتا تھا اور جب آپ تشریف لے جاتے تھے تو بہت دور تک مشایعت کرتا اور اس وقت تک قیام کرتا تھا جب تک آپ نظر آتے رہتے تھے۔" (تاریخ فیروز شاہی ص۲۲۱)

حضرت سید شرف الدینؒ کی زوجہ محترمہ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:۔

"کنیز فاطمہ بنتِ جلال الدین حیدر سرخ بخاریؒ ابن سید علی ابو المؤید ابنِ سید جعفر ابو تراب ابن سید محمد ابو الفتح ابن سید محمود ابن سید احمد ابو یوسف ابنِ سید عبد اللہ ابن سید علی اصغر ابن سید جعفر ثانی ابن امام علی نقی علیہ السلام"۔

حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ ۵۹۵ھ میں سرزمین بخارا میں پیدا ہوئے اس نسبت سے آپ بخاری کہلاتے ہیں اور آپ کی اولاد بھی سادات نقویہ ہونے کے باوجود خود کو بخاری کہلانا پسند کرتی ہے۔ آپ کے والد ماجد سلطان سید علی ابو المؤید بخارا کے اہلِ علم و دانش افراد میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد محترم سے کسبِ علم و دانش کیا۔

حضرت جلال الدین حیدر سرخ بخاری نے خانقاہ جلالیہ اوچ شریف میں قائم کی جو ایک عظیم یونیورسٹی ثابت ہوئی جس میں دور دراز مقامات سے تشنگانِ علم پروانہ وار پہنچتے اور فارغ التحصیل ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ کشمیر سے راس کماری اور سندھ سے آسام تک اسی آستانہ عالیہ کی محنتوں سے اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ اصلاح و تبلیغ کا یہ سرچشمہ مدتوں ایمان کی آبیاری کرنے کے بعد تقریباً ۹۵ سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاول ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء

مئی ۱۲۹۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا افق ہستی سے غائب ہوگیا۔ آپ کا سنہ وصال "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے۔

حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ نے اپنے خسر سے بہت کچھ علوم حاصل کئے ہوں گے۔ گمان غالب ہے کہ جلال الدین سرخ بخاریؒ نے اپنے داماد کے انقلاب فکر سے خوش ہوکر ہندوستان میں "از دریائے گنگ تا کوہ ہمایوں" کی ولایت کی شاہی کا اعزاز عطا فرمایا ہوگا۔

حضرت جلال الدین سرخ بخاریؒ کی وفات کے بعد حضرت سید شرف الدینؒ کو ملتان سے دلچسپی کم ہوگئی تھی۔" اس لئے آپ کے پورے خاندان نے وہاں سے ہجرت فرمائی۔ اور آپ کے والد سید علی بزرگ اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملتان سے سرزمین امروہہ پہنچے۔" (ثمرات القدس ص ۲)

حضرت سید شرف الدینؒ کی امروہہ میں آمد ایک روایت کے مطابق

حضرت سید شرف الدینؒ کو بشارت ہوئی تھی کہ اس بستی میں قیام کرنا جہاں آم اور روہو مچھلی تم کو ضیافت میں پیش کی جائے۔ بالآخر یہ سادات نقوبہ کا قافلہ امروہہ کی سرزمین پر آکر ٹھہر گیا۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کا تھا جس کی حکومت کا دور ۶۸۸ھ سے ۶۹۵ھ تک رہا۔

سید سراج الدین احمد (شاگرد میر انیس) اپنے رسالے میں تحریر کرتے ہیں کہ۔
"سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں جو ہندوستان کا بادشاہ تھا ۶۷۱ھ (ہو سکتا ہے یہ سنہ غلط تحریر ہوگیا ہو اور ۶۹۰ھ ہو) کی ۲، ذی الحجہ کو حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ اپنے والد سید علی بزرگ اور ایک کثیر جماعت کے ہمراہ ملتان کے راستے قصبہ امروہہ میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے۔"

مرزا لعل بیگ بخشی مراد لکھتے ہیں:۔

"آپ سلطان فیروز کے عہدِ حکومت میں اپنے والد کے ہمراہ ایک جماعت کثیر سے کر ملتان کے راستے سے ہندوستان آئے اور اس سرزمین پر جسے اب امروہہ کہتے ہیں سکونت پذیر ہوئے۔" (ثمرات القدس)

تمام تذکرہ نگاروں کے بیانات امروہہ میں آپ کی آمد کی کوئی تاریخ نہیں بتاتے صرف بادشاہ وقت کے عہد کا اظہار کرتے ہیں۔ صرف سید سراج الدین احمد نے تاریخ کا تعین کیا ہے۔ بعد کے مورخین نے سید سراج الدین احمد کا ہی بیان نقل کیا ہے۔

مولوی سید اصغر حسین نقوی نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ

"مولف نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ غیاث الدین بلبن کا زمانہ تھا۔"

(تاریخِ اصغری)

بلبن کا زمانہ حکومت ۶۶۴ھ سے ۶۸۶ھ تک کا ہے۔ یہ زمانہ وہ ہے جب حضرت سید علی بزرگ عراق سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔

سید ناصر علی ناصر امروہوی نے "سر العارفین ذکر السالکین" میں امروہہ میں آپ کی آمد کا منظر اس طرح پیش کیا ہے:۔

جب وطن سے ہند کو راہی ہوئے — یہ ارادہ اپنے دل میں تھے کئے
یعنی جو استاد نے فرما دیا — حکم وہ لاریب لاؤں گا بجا
تھا تجسس یہ کہ وہ جا گر ملے — دل میں پختہ کر کے یہ نیت چلے
وہاں سے آیا جس گھڑی وہ نیک نام — اور کیا یہاں آن کر اپنا مقام
ہے مجھے الفت یہاں کی خاک سے — اور یقیں ہے اس خدائے پاک سے
ہو گی اب میری یہاں پر بود و باش — ہو نہ شاید اور جا گہ کی تلاش

شاہ ولایتؒ جب امروہہ میں تشریف فرما ہوئے اور ان کے سامنے کھانا پیش

کیا گیا اس وقت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں :-

ماحضر جو کچھ تھا از قسم طعام
واسطے حضرت کے لایا ہے غلام

رو ہو مچھلی بھی ہے اور آبزہ بھی تھی
سامنے حضرت کے اس نے جا رکھی

حمد اس معبود کی کر کے ادا
لقمہ اُس کھانے کا ایک منہ میں رکھا

ساتھ اس لقمہ کے آبزہ ایک لے
پھر سا حضرت نے نہایت شوق سے

کھا کے کھانا پھر کیا شکر خدا
رکعتیں دو شکر کی لائے بجا

جب فراغت پا چکے پڑھ کر نماز
یہ دعا کی حق سے باعجز و نیاز

تو نے یارب یہ ولایت مجھ کو دی
یعنی اس بستی کا ہوں گا میں ولی

تو نے بخشی یہ ولایت اے کریم
قطب یہاں کا مجھ کو فرمایا رحیم

ہو وے میری نسل یہاں آباد و شاد
دور اُن کے قلب سے رکھنا فساد

کی جو حضرت نے خدا سے یہ دعا
ہو گئی فوراً قبول کبریا

آبزہ رو ہو حسب وعدہ جو ملا
اس لئے نام اُس کا امروہہ رکھا

قیام امروہہ

سید شرف الدین شاہ ولایت کتنی مدت تک امروہہ میں قیام پذیر رہے۔ اس سلسلے میں تذکرہ نویس خاموش ہیں۔ سید سراج الدین اپنے رسالہ میں تحریر کرتے ہیں :-

"کچھ عرصے کے بعد اپنے والد کو اس جماعت کے ساتھ چھوڑ کے سب کو ترک کیا اور پہاڑ کے دامن قصبہ امروہہ سے ساٹھ کوس پر قدم رنجہ کر کے اس پہاڑ کو رونق بخشی اور ذکر حق سبحانہ میں مشغول ہو گئے" (تاریخ سادات امروہہ ۱۸۶)

مرزا لعل بیگ بخشی مراد یہ واقعہ اس طرح تحریر کرتے ہیں:۔
"کچھ عرصے کے بعد اپنے والد کو اس جماعت کے ساتھ چھوڑ کر سب سے ترک تعلق کیا اور دامن کوہ کی طرف جو قصبہ مذکورہ سے ساٹھ کوس پر ہے تو بہ کی اور اس کے درہ میں عبادت حق سبحانہ میں مشغول ہو گئے۔" (ثمرات القدس ص ۱۰۹)

شاہ عضد الدین محمد چشتی صابری لکھتے ہیں:۔
"براہ ملتان، ہندوستان آئے اور وہ اس قصبہ امروہہ میں اقامت فرما کر اور سب کو یہاں چھوڑ کر آپ جانب کوہ تشریف لے گئے۔" (مقاصد العارفین ص ۱۰۹)

تمام شہادتوں کی روشنی میں یہ نتیجہ آسانی سے نکلتا ہے کہ آپ کا قیام امروہہ زیادہ سے زیادہ ایک سال رہا ہوگا اور چونکہ ۶۹۰ھ کے اختتام پر آپ تشریف لائے تھے۔ ۶۹۱ھ کے اواخر تک یا اس سے بھی پہلے آپ سب سے ترک تعلق کر کے اور معدودے چند مریدین کی معیت میں کوہستان کی طرف چلے گئے جس کا فاصلہ امروہہ سے ساٹھ کوس (کروہ) یا جدید پیمانوں کے حساب سے کم از کم ایک سو دو میل اور زیادہ سے زیادہ ایک سو تیس میل ہوتا ہے۔ صحیح محلِ وقوع آپ کی عبادت گاہ کا معلوم نہ ہو سکا۔

کوہستانِ ہمالہ میں کتنے عرصہ قیام رہا اس کے لئے آئینہ عباسی کی درج ذیل عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

"مدت ہائے دراز تک عبادت کی۔"

دوسری شہادت مقاصد العارفین کی اس طرح ہے۔

"نام مبارک سید شرف الدین ولقب شاہ ولایت دائے کہ بداں درغیب خوانند" پیر پہاڑی"

(ترجمہ) آپ کا اسم مبارک سید شرف الدین تھا اور لقب شاہ ولایت،

اور وہ نام جس سے ان کی نسبت میں ذکر کیا جاتا تھا "پیر پہاڑی" ان دونوں شہادتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کا قیام کوہستان کے علاقہ میں بڑا طویل تھا۔ اور اسی وجہ سے آس پاس کے علاقہ کی نئی نسلوں نے انہیں آنکھ کھول کر یہیں آباد پایا جس کی وجہ سے ان کو پیر پہاڑسی کہا جانے لگا۔

یہ بھی محقق ہے کہ آپ کوہستان سے واپس امروہہ آئے اور وہیں مدفون بھی ہیں۔

اس کے لئے ثمرات القدس کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"می آرند کہ در آخر عمر شریفش در قبائل دے کارے درمیاں آمد۔ کس را فرستادند والتماس مقدم دے نمودند۔ اجابت فرمود"۔

(ترجمہ) بیان کیا جاتا ہے کہ آخر عمر میں ان کے خاندان میں کوئی ایسی شکل آپڑی کہ آدمی بھیج کر ان سے امروہہ آنے کے لئے التماس کیا گیا تو آپ نے قبول فرمایا۔

صاحب آئینہ عباسی تحریر فرماتے ہیں۔

وقت آخر میں تشریف لائے اور وہ درخت جو مقام عبادت میں نصب کئے تھے، بحکم الٰہی ہمراہ لائے اور جانب غرب امروہہ نصب کر کے فرمایا کہ ہمارا یہاں مدفن ہو چنانچہ بعد از انتقال وہیں دفن کیا گیا۔

آٹھویں صدی ہجری کے حضرت سید شرف الدینؒ اور حضرت شاہ نصیر الدینؒ

یہ صاحب تقویٰ بزرگ مولانا بدر الدین اسحاق مشائخ کبار سے ہیں۔ جس سے سلسلہ نسب کا اتصال ہے۔ مخدوم شاہ نصیر الدین بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ فخر الدین بن خواجہ سید محمد امام بن مولانا بدر الدین اسحاق قدس سرہ۔

حضرت مخدوم شاہ نصیر الدین صاحب حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت

قدس سرہ کے ہمعصر ہیں اور جیسا کہ کتب تواریخ سے ظاہر ہے۔ حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت سے قبل وارد امروہہ ہوئے۔ جملہ تواریخ امروہہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ جب حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت امروہہ تشریف لائے تو شاہ نصیر الدین موصوف نے ایک پیالہ پانی سے بھر کر حضرت کے پاس بدیں رمز بھیج دیا کہ یہ خطہ اہل کمال صاحب اوصاف فقیروں سے اس جام آب کی طرح بھرا ہوا ہے۔ تمہاری گنجائش نہیں رہی۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک پھول گلاب کا اس پانی پر اس کنایہ سے رکھ دیا کہ ہماری جگہ اس زمین دلنشیں پر برنگ گل بالائے آب خالی ہے۔ تب شاہ نصیر الدین صاحب نے فرمایا کہ خیر آپ یہاں رہیں مگر آپ کے مقام مزار میں بچھو بکثرت پیدا ہوں گے، مخدوم شاہ ولایت نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ عقارب آجانب و اقارب کو آزار نہیں پہنچائیں گے۔ مگر جب کسی کمہار کا گدھا گم ہوگا وہ تمہارے مزار پر ملے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ احاطہ مزار میں لید نہیں کرے گا۔ چنانچہ اب تک آشکار ہے کہ مخدوم سید نصیر الدین کی درگاہ میں ملتا ہے مگر لید نہیں کرتا۔

مولوی سید اصغر حسین نقوی امروہوی نے "تاریخ اصغری" میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت شاہ نصیر الدین" کے دفن میں حضرت سید شرف الدین" شریک تھے۔

سادات واسطیہ کی امروہہ کے تگوں سے جنگ

غریب الوطن واسطی سید امروہہ پہنچ کر اطمینان سے چند دن ہی گزرنے پائے تھے کہ امروہہ میں برسر اقتدار قوم تگوں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔ دراصل امروہہ کی مقامی آبادی تگوں کے مظالم سے اتنی خوف زدہ تھی کہ ان کے جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ سادات کے ساتھ بھی انہوں نے وہی سلوک کیا یا کرنا چاہا۔ یہ صورت حال سادات کے لئے تکلیف دہ اور پریشان کن تھی۔ لیکن پھر بھی انہوں نے یہ ہی کوشش کی کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں لیکن مجبوراً ان کو تلوار نیام سے

نکالنا پڑی اور تگوں پر ایسا حملہ کیا کہ انہوں نے فرار اختیار کی۔ اس فتح سے سیدوں نے کسی قسم کی مالی منفعت حاصل نہیں کی بلکہ تباہ حال غیر مسلموں کی امداد کی۔ حضرت شاہ ولایت کی روحانی شخصیت اور فتح کے بعد ان کی جماعت کی ہمدردی اور فیاضی نے عوام کو حضرت کا ایسا گرویدہ کیا کہ اکثر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

مندرجہ بالا بیان کی تصدیق تواریخ واسطیہ کے علاوہ رپورٹ شرح لگان پرگنہ امروہہ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۸۷۷ء از مسٹر ڈی۔ایم۔ اسمتھ مہتمم بندوبست مراد آباد نے اس طرح کی ہے۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ شرف الدین نے سیدوں کو ساتھ لے کر سرکش تگوں کو زیر کیا تھا۔ اور تگوں کی طاقت کو زوال ہوتے ہی سیدوں کی طاقت شروع ہوئی۔"

حضرت سید شرف الدین" کا سکونہ مکان

وہ محلہ جسے اب پچدرہ کہا جاتا ہے دستاویزاتِ قدیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولایت" کا سکونہ مکان وہیں تھا۔ تواریخ واسطیہ میں اس کی مکمل تفصیل دی گئی ہے۔ اس مکان پر اولادِ میر علی بزرگ یعنی سید محمود اور ان کے اخلاف قابض رہے۔ چنانچہ سید ابراہیم ولد سید بہاء الدین جو بعد چند واسطوں کے پوتے سید محمود موصوف کے تھے۔ اولاد ان کی قطعہ حویلی و حجرہ مخدوم شاہ ولایت میں قدیم سے نسلاً بعد نسلاً اب تک سکونت پذیر چلی آ رہی ہے۔

حضرت سید شرف الدین کا سفرِ مکہ اور فریضۂ حج کی ادائیگی

کسی تاریخ میں یہ نہیں ملتا کہ آپ نے کس سن میں اپنے سفرِ مکہ کا آغاز کیا۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ حج بیت اللہ کے لئے عازمِ مکہ ہوئے تھے۔ سراج الدین احمد نے بعض امور پر روشنی

ڈالی ہے۔ حضرت نے حج اور زیارات سے فارغ ہوکر سیّد عبدالعزیز مکی کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک عرصہ تک ملاقات کی نوبت نہ آسکی۔ آخر خود عزیز مکی ان کا اشتیاق سُن کر آئے اور چند روز دونوں بزرگوار عبادتِ حق میں مشغول رہے۔ پھر وہاں سے "شیخ الشیوخ" سے ملنے بغداد گئے اور بغداد سے امروہہ واپس آئے۔

حضرت سیّد شرف الدینؒ کے کشف و کرامات

حضرت کے کشف و کرامات اور خوارق عادات کے افکار سے تواریخ بھری پڑی ہیں۔ صاحبِ مقاصد العارفین نے لکھا ہے کہ " اہلِ دنیا میں سے ہر ایک ہی اُن کی بات کی برابری کے خیال کو محال جانتا تھا۔" حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے وقت کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔ اُن کا مثل اس عہد میں کوئی نہ تھا۔ ان کی ریاضتوں کی وجہ سے جن و انس، چرند و پرند حشرات الارض ہی کیا ساری مخلوق خدا اُن کے تابع فرمان ہوگئی تھی۔ آج بھی سانپ اور بچھو احاطۂ درگاہ میں کسی کو گزند نہیں پہنچاتے جبکہ احاطے سے باہر نکلتے ہی اپنی فطرت کے مطابق گزند پہنچانے سے باز نہیں آتے۔

مقاصد العارفین کے مطابق ان کے اوقات اکثر استغراق اور محویت الہٰی میں بسر ہوتے تھے۔ جلال و کمال الہٰی اُن کی واقف جمال پیشانی سے اتنا چمکتا تھا کہ جو بھی آپ کے دیدار سے مشرف ہوتا اس کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔

تواریخ واسطیہ، اسراریہ، ثمرات القدس، رسالہ سراج الدین میں مندرجہ ذیل کرامات کا ذکر ہے۔

لکھتے ہیں کہ سید شرف الدین امروہہ جن کا لقب شاہ ولایت اور ان کا خاندان سادات واسطیہ کے بزرگوں میں سے ہے۔ ان کی خوارق عادات و کرامات

عظیم اور علوم ظاہری و باطنی میں ان کے عہد میں کوئی اس منزل پر نہیں پہنچا تھا سلطان فیروز کے زمانہ میں کہ ہندوستان کے عوام میں وہ بادشاہوں کی شان و شوکت تصور کیا جاتا تھا۔ آپ اپنے والد سید علی بزرگ کی ہمراہی میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ براہِ ملتان ہندوستان میں وارد ہوئے اور اس سرزمین میں جو ابُ امروہہ کہلاتی ہے۔ قیام فرمایا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اپنی جماعت کو یہاں چھوڑ کر ایک پہاڑ کی جانب جو چھ گوشوں والا تھا چلے گئے اور وہاں جاکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

بو علی قلندر سے حضرت شاہ ولایتؒ کی ملاقات

شاہ شرف الدین بو علی قلندرؒ کا شجرہ نسب امام ابو حنیفہ سے ملتا ہے۔ آپ پانی پت میں ۶۰۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام شرف الدین رکھا۔ عوام و خواص میں آپ بو علی قلندر کے نام سے مشہور ہوئے۔ "بو علی" کا لقب انہیں روحانی طور پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے عنایت فرمایا تھا۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کا بہت سا حصہ درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں گزارا۔ پرانی دہلی میں آپ کا قیام تھا وہاں مدتوں آپ درس دیتے رہے۔ زمانۂ حاضرہ کے بڑے بڑے عالم، فقیہ اور محدث آپ سے استفادہ کرتے تھے اور مدرسۂ یک مینار دہلی میں آپ مدرسِ اعلیٰ بھی تھے۔ علمائے وقت آپ کی علمیت کے اس قدر گرویدہ تھے کہ جب آپ دہلی سے عازم پانی پت ہوئے تو وقت کے نامور فضلاء کی ایک جماعت نے خواہش ظاہر کی کہ آپ چندے اور قیام فرما دیں تاکہ ہم آپ سے نکاتِ توحید کے چند رسائل پڑھ لیں۔

آپ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے مرید تھے۔ بو علی قلندر فرماتے تھے۔

"مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض روحانی حاصل ہوا ہے۔ جس طرح سورج کی کرنیں جب دیوار پر پڑتی ہیں تو وہ منوّر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کے روحانی نور سے میں نے روشنی حاصل کی ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام سے محبت و عقیدت کا واضح ثبوت بوعلی قلندر کے کلام سے بھی ملتا ہے۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ اے بوعلی! ہم لاشے ہیں، ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے آقا حضرت علیؑ ہیں۔ وہی سب کچھ ہیں۔ وہی ہم غلاموں کے آقا و مولا ہیں۔ شعر حسبِ ذیل ہے:۔

بوعلی لا ماہمُ و مولا علیؑ
بوعلی باشد علیؑ مولائی ما

بوڑھ کھیڑہ کا جنگل کرنال شہر کے قریب کچھ ہی فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت بوعلی قلندرؒ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی اس جنگل میں بنالی تھی اور مستقل طور پر اس میں بود و باش اختیار کرلی تھی۔ اس کٹیا میں آپ نے بعمر ۱۲۰ سال ۷۲۴ھ میں رحلت فرمائی۔ "یا شرف الدین ابدال" کے اعداد سے سالِ وفات نکلتا ہے۔

شیخ شرف الدین پانی پتی (یعنی بوعلی قلندرؒ) زمین کو بورے کی مانند طے کرکے آئے اور ان سے ملاقات کی اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ شیخ نے بہت خوشی کے ساتھ ان سے کہا مجھے بھوک لگی ہے اور گوشت کھانے کی خواہش ہے۔ یہ سرزمین کیونکہ آپ سے متعلق ہے تو گوشت آپ کی طرف سے ہوگا اور روٹی ہماری جانب سے ہوگی۔ سید شرف الدین نے اپنے خادم سے کہا کہ ہرنوں کی چراگاہ کے عقب میں جائے اور وہاں کھڑا ہو ان ہرنوں میں سے ایک سے کہہ کر تجھے سید شرف الدین طلب کرتے ہیں اور جلدی کر کہ ان کے پاس ایک معزز مہمان آیا ہے

وہ خادم چلا گیا اور جو کچھ اس سے کہا گیا تھا اس نے ہرنوں سے کہہ دیا۔ تمام ہرنوں کا گلہ اس حکم کو سن کر روانہ ہو گیا۔ خادم نے کہا کہ سارے گلے کو طلب نہیں کیا ہے بلکہ تم میں سے کسی ایک کو طلب کیا ہے۔ یہ سن کر وہ سب ہرن ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے درمیان سے ایک ہرن کو بھیجا۔ خادم اس کو آپ کے سامنے لایا اور اس کو ذبح کیا اور اس میں سے جس قدر گوشت کی ضرورت تھی لے لیا اور کباب بنائے اور وہ کباب سامنے رکھے۔ پس انہوں نے شیخ سے کہا کہ گوشت حاضر ہے آپ کی روٹی کہاں ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا تو چند روٹیاں ہاتھ میں آئیں اور ان کے سامنے پیش کر دیں۔ دونوں بزرگوار کھانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد سید شرف الدین شاہ ولایت صاحب نے خادم سے فرمایا کہ باقی گوشت کھال اور ہڈیاں لاؤ۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ اس نے دیکھا کہ ہڈیاں ٹوٹ کر چور چور ہو گئی ہیں۔ انہوں نے خادم سے کہا کہ میں نے ہڈیاں توڑنے سے منع کیا تھا تو نے انہیں کیوں توڑ دیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ ایک لکڑی لے کر تراشو اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر باندھ دو۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے پہاڑ سے تھوڑا سا پانی لے کر اس پہ چھڑک دیا اور کہا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا اور وہ ہرن کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے زمین پر سجدہ کیا اور چل دیا اور اپنے گلہ میں جا کر شامل ہو گیا۔

بعض بزرگوں نے یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے انتقال کے بعد سلطان فیروز اسی سرزمین میں شکار کھیل رہا تھا۔ اس ہرن کو بادشاہ کے بیٹے نے پکڑ لیا۔ جب کھال اتاری گئی تو ایک لکڑی اس کے پہلو میں پائی گئی۔ سلطان کو حیرت ہوئی اور اس نے کہا اس پہاڑ میں کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو یہ حال منکشف کر سکے۔ وہاں انہیں ایک ایسا شخص مل گیا جس کے سامنے یہ معاملہ وقوع پذیر ہوا تھا۔ بادشاہ کے استفسار پر اس نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ آخر

عمر میں مخدوم سید شرف الدین کے خاندان میں کوئی ایسی بات ہوئی کہ ان کو وہاں سے التماس کے بعد بلایا گیا۔ انہوں نے ان کی التماس کو شرفِ قبولیت بخشا۔ وہاں ایک آدمی رہتا تھا آپ نے اس کو اپنے پاس طلب کیا اور اس سے کہا کہ یہاں سے امروہہ تک کا فاصلہ کافی ہے۔ گرمی کے باعث ہوا بھی گرم ہے۔ میرے پاس سواری بھی نہیں ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ان درختوں کے ساتھ ایک مدت تک رہا ہوں لہذا آپس میں موانست ہو گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ ہمیں ان سے جدا نہیں کرے گا۔ حیات ممات میں ہمارا اور ان کا ساتھ رہے گا اور اللہ میرے لئے سواری کا انتظام کر دے گا۔ یہ کہہ کر آپ تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر بیٹھ گئے اس شخص نے بھی سر جھکا لیا۔ بعد ازاں آپ نے سر اٹھایا اور کہا کہ اٹھو اب ہم امروہہ کی حدود میں پہنچ گئے ہیں۔ وہ شخص حیران و ششدر رہ گیا اور جب اس نے ایک نظر ڈالی تو ویسا ہی پایا۔ پھر وہ اٹھے اور اپنی قوم کے درمیان آئے اور ایک دن ان کے پاس ٹھہرے اور دوسرے دن اپنی قوم کو بلا کر فرمایا کہ ان درختوں کو ایسے ہی رہنے دو اس لئے کہ میں یہاں آ کر ان کے درمیان دفن ہوں گا۔ جب میری موت کا وقت آ جائے تو میرے جنازہ کو یہاں لا کر درختوں کے درمیان میں دفن کر دینا۔ آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا۔" (ثمرات القدس، اسراریہ، واسطیہ)

کتاب مقاصد العارفین میں ان کا احوال فارسی زبان میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کی نقل اصل کے مطابق ترجمہ کر کے لکھی جاتی ہے۔

"کتاب مقاصد العارفین میں جناب ممدوح کے حالات فارسی زبان میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھے ہیں اس کی نقل مطابق اصل ترجمہ کر کے لکھی جاتی ہے (فضائل و احوال مخدوم شاہ ولایت) ان کا مبارک نام سید شرف الدین ہے اور لقب شاہ ولایت اور جس نام سے غیب میں پکارا جاتا ہے وہ پیر بہاڑی ہے،

ان کے والد کا نام سید علی بزرگ حسینی واسطی ہے۔ ان کی پیدائش ۵۵۳ھ سہودرہ میں ہوئی جولاہور کے قریب ایک قصبہ ہے۔ ان کے والد شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدوں اور خلفاء میں سے ہیں۔ جب مخدوم صاحب پر شوقِ الٰہی غالب آیا تو اپنے والد سے درخواست کی۔ والد نے آپ کو شیخ الشیوخ کے سپرد کر دیا۔ آپ وہاں ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہو گئے، شیخ قدس سرہٗ کی برکات کی وجہ سے خدا رسیدہ ہو گئے اور ایسے مقام تک پہنچ گئے کہ اس زمانہ میں اپنا مثل اور مانند نہ رکھتے تھے اور صاحب کشف و کرامات ہو گئے۔ شیخ نے ملک ہندوستان میں دریائے گنگا سے کوہ کمایوں تک کا علاقہ آپ کو سونپ دیا۔ جب ہندوستان پہنچے تو اپنی رہائش کے لئے امروہہ کو قیام گاہ بنایا اور اپنے اہل و عیال اور بیٹوں کو چھوڑ کر امروہہ کے پہاڑ کے دامن میں عبادت میں مشغول ہو گئے وہاں جنگلی جانور پرندے اور درندے اس کے علاوہ حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور عام سانپ وغیرہ آپ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب کوئی مہمان اس جنگل میں مخدوم صاحب کے یہاں آتا تو آپ اپنی کرامت سے وحشی اور جنگلی جانوروں کی طرف اشارہ کرتے اور ان کو بلاتے اور وہ سب وحشی جانور حاضر ہو جاتے۔ پھر ان میں سے کسی ایک کو بلاتے اور مہمانوں کے حوالے کر دیتے کہ ذبح کریں اور کھائیں اور یہ ہدایت فرماتے کہ اس کی ہڈیوں کو نہ توڑیں اور ان کو سالم رکھیں۔ جب مہمان کھانے سے فراغت پاتے تو سب ہڈیوں کو جمع کرتے اور کھال میں رکھ دیتے اور پھر فرماتے کہ کھڑا ہو جا بس اس حکم کو سنتے ہی وہ جانور زندہ ہو جاتا اور اسی چراگاہ کی طرف بھاگنے لگتا۔ ایک روز شیخ شرف الدین پانی پتی قدس سرہ مع چند درویشوں کے مخدوم صاحب سے ملاقات کی غرض سے دامنِ کوہ کی طرف گئے۔ اتفاق سے کھانے کی کوئی چیز موجود نہ پائی۔ مخدوم صاحب نے

جانوروں کی طرف اشارہ کیا، ہڈیاں طلب کیں۔ دیکھا کسی نے ہڈیوں کو توڑ دیا ہے اور پھر باندھ کر کھال کے اندر رکھا اور کہا اُٹھ بیٹھو وہ جانور اُٹھا اور چل دیا۔ ایک مدت گزر گئی تو سلطان فیروز شاہ شکار کی غرض سے پہاڑوں میں پھر رہا تھا۔ اتفاق سے وہی ہرن پھر دکھائی دیا جب اسے شکار کر کے ذبح کیا گیا تو اس کی ہڈیاں اسی بندھی ہوئی لکڑیوں کے ساتھ نظر آئیں۔ اس بات کی اطلاع بادشاہ کو دی گئی۔ بادشاہ متعجب ہوا اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کے متعلق سوچنے لگا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ غیب کا حال معلوم کرنا غیب داں فقیروں کے ہاتھ میں ہے۔ لاچار ہو کر اس نے ہر فقیر سے اس راز پر سے پردہ ہٹانے کو کہا۔ ناگاہ شیخ شرف الدین پانی پتی حقیقت حال تک پہنچ گئے اور ان سیدوں کے سردار کے کمالات اور خوبیاں اور ان کے مقامات محمودہ اپنی معجز بیاں زبان سے ادا کئے اور ان کی معرفت کے ابواب کھول کر سنے تو پھر ان کی محبت اور اعتقاد کا تخم اپنے دل میں بولیا اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے امروہہ کا ارادہ کیا اور مخدوم کے قدموں کی جدائی گوارا نہ ہوئی۔ اس وادی کے رہنے والے کیا جانور، چرند پرند، درندے سب کے سب رونے اور فریاد کرنے لگے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ٹھہر وان میں سے چار درخت جو اللہ کی رحمت کے سائے میں تھے آپ کی جدائی کی تاب نہ لائے یہاں تک کہ امروہہ آگئے اور اس جگہ پر آپ نے ان درختوں کو نصب فرمایا اور کہا کہ یہاں ہمارا مدفن ہوگا ان چاروں میں سے ایک درخت اس تحریر کے لکھتے وقت تک قائم و برقرار ہے، ان کی وفات کی تاریخ ۲۱، رجب المرجب ۷۸۳ھ ہے البتہ ۲۱ رجب المرجب۔

آپ کی قبر زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ دہلی سے سات فرسخ کے فاصلہ پر سامروہہ میں جانب شرق واقع ہے۔ (اس مقام پر ۱۲ اشعار پر مشتمل نظم درج

ہے جس کا آخری مصرعہ ہے قدم مردانہ فوق لا مکان ہے، جس سے ۸۳۲ھ برآمد ہوتا ہے۔)

زیادہ تر استغراق میں بیٹھے رہتے تھے اور اپنے حال سے کسی کو مطلع نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ صحبت سے اجتناب کرتے۔ ان کی پیشانی سے جلال وکمالِ الہٰی ہویدا تھا۔ دیکھنے والوں کے دلوں پر بڑی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ اور حق تعالیٰ سے ایسی قربت تھی کہ جو کچھ زبان سے کہتے اللہ اسی کے مطابق اس بات کو ظہور میں لے آتا تھا۔ ان کا حکم سب پر چلتا تھا۔ اور ان کا فرمان سارے عالم میں جاری تھا حالانکہ بہت سی باتیں لوگوں کے خیال میں بظاہر محال ہوتی تھیں۔ چنانچہ ان ہی کے اقوال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ان کو اختیار اور تصرف حاصل ہو گیا تھا۔ درندے چرندے، کیڑے مکوڑے اور تمام لوگوں پر ان کا حکم چلتا تھا۔ ان کے کلام کے سچے ہونے کی دلیل بالکل درست تھی۔ ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ ان کی عرش منزلت درگاہ میں بچھو اور سانپ بہت ہوتے ہیں اور نیش زنی سے باز رہتے ہیں۔ سانپ کے کاٹنے کی مانند عضو میں چبھتا ہے اور وہ جسم کے اندر اثر کرنے کی کافی تاثیر رکھتا ہے۔ لیکن ان کی کرامت سے وہ سانپ اور بچھو ایذا پہنچانے کی بجائے اپنا سر گریبان میں کر لیتا ہے اور کاٹتا نہیں ہے بلکہ اپنے ڈنک کو سکیڑ لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بچھو کو درگاہ سے باہر لے جائے اور اس کے ڈنک پر ہاتھ رکھے تو شاید اس کے ڈنک کا اثر ہو کہ کسی کل چین نہ آئے اور ان شیروں میں سے ایک شیر جو دامن کوہ میں ان کے عبادت خانہ کا پاسبان تھا اکثر اوقات آپ کی قبر پر آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ مخدوم صاحب کی ملاقات کے لئے گیا اور آپ سے بیعت کا ملتمس ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ سلطنت کو چھوڑ دے اور فقیری کی راہ میں قدم رکھ اور یہ بات مشکل ہے کہ تو حکومت بھی کرے اور

اپنے دل میں عشقِ الٰہی کا بیج بھی بوئے، کسی ایک کو دونوں میں سے ترک کرنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جہانیاں جہاں گشت دہلی میں تشریف لانے والے ہیں۔ ان سے بیعت کرو۔ بادشاہ نے کہا کہ امید کے ساتھ آنے والے کو دونوں عالم کے بادشاہ کے لئے مناسب نہیں کہ ناامید کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نصیب ان کے سپرد کر دیا ہے۔ بادشاہ دہلی واپس چلا گیا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کچھ عرصہ بعد وہاں آئے اور بادشاہ کو اپنی بیعت میں قبول کر لیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے مخدوم صاحب سے سوال کیا کہ شہر و آبادی کے گرد ایک حصار ہوتا ہے تاکہ آفات زمانہ سے محفوظ رہ سکیں مگر اوچہ میں حصار نہیں ہے۔ دعا کیجئے کہ یہاں بھی ایسا حصار بن جائے آپ نے فرمایا کہ اس مقام کا حصار میں خود ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس جگہ کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

ان کے مناقب بے شمار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے جو مخدوم صاحب کے قرب والوں میں سے تھا اس نے آپ سے درخواست کی کہ کچھ دن ان کی درگاہ میں پناہ لے کہ خدا کی عبادت میں مشغول رہوں تو اس نے وہاں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب کچھ رات گزری تو اس پر نیند کا غلبہ ہوا ہر چند چاہا کہ سو جائے مگر صبح تک جاگتا رہا۔ جب نیند کا اس پر زیادہ غلبہ ہوا تو اس نے زمین پر لیٹ کر سونا چاہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک چوہا آیا اس کا دامن پکڑ کر کھینچا۔ وہ جاگ گیا اور صبح تک اس کو نیند نہ آئی۔ اس کو گمان ہوا کہ چوہے نے یہ کام مخدوم صاحب کے حکم پر کیا ہے۔ اس کے بعد ہر شب یہی واقعہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ تک میٹھی نیند نہ سو سکا۔ جب چوہے نے اس کا دامن گھسیٹا تو وہ ناراض ہوا اور چوہے پر ہاتھ مارا اس کے بعد وہ چوہا اس کے قریب کبھی نہ آیا۔ اس بات پہ وہ آدمی رنجیدہ ہوا اور کوئی بہانہ اس نے بنایا مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

مخدوم صاحب علوم ظاہری و باطنی میں کمال درجہ پر فائز تھے اور شریعت محمدیؐ پر ثابت قدمی سے چلتے تھے۔ کبھی سنت کو ترک نہیں کیا۔

مخدوم صاحب کے چار خلیفہ باکمال ہوئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں فرمایا کہ میرا سلسلہ بیعت منقطع ہو چکا ہے، میر سید محمد ابدال بن میر سید عبدالعزیز ابنِ مخدوم شرف الدین بھی صاحب ریاضت شاقہ تھے اور کشف و کرامات رکھتے تھے اکثر شیر پر سوار ہوتے اور جنگل میں گھومتے تھے اور گمراہوں کو راہِ ہدایت دیکھاتے تھے۔ جہاں کہیں اخلاق کے طور پر یا مدد چاہنے کے طور پر کوئی حاضر ہوتا اور کھانا نہ کھاتے اور ایک قدح دودھ پر اکتفا کرتے لیکن جس وقت مخدوم صاحب نے ان کو بیعت سے منع کیا اور لوگوں سے ملنے سے روکا ہے مخدوم صاحب کے تبرکات میں سے از قسم جبہ، پگڑی، جوتیاں وغیرہ ان کے پاس تھیں وہ آپ نے کسی کے سپرد کر دیں اور کہا کہ وفات کے وقت یہ تبرکات جد امجد میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بتاریخ ۱۰ ربیع الاول وفات پائی۔ ان کی قبر مخدوم صاحب کے سر کی جانب مائل بہ مغرب ہے۔ ان کے کرامات یعنی محمد ابدال موصوف کی کتاب اسراریہ میں درج ہیں۔

سید سراج الدین احمد (شاگرد میر انیسؔ) بھی آپ کی کشف و کرامات کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت جن کا تعلق بزرگانِ واسطیہ ہے خوارق عادات رکھتے تھے۔ اور عالم ظاہری و باطنی میں بزرگ اور بزرگوار تھے۔ جب مشرق تا مغرب نظر ڈالتے تو عرش سے تحت الثریٰ ان کی نگاہ کے سامنے ہوتا تھا۔ وہ صاحبِ عظمت و کرامت و ولایت مشہور تھے سید سراج الدین احمد فرماتے ہیں کہ خاندانِ سہروردی میں ان کے زمانہ میں کوئی اس درجہ پر نہیں پہنچا تھا۔

جو مقام اور درجہ آپ کو حاصل تھا۔ سلطان فیروز شاہ ملوک کے زمانہ میں جس کو ہندوستان کے بادشاہوں کا تاج کہتے تھے۔

سبعین وسمانہ دوم ملو ذی الحجہ (۲ رماہ ذی الحجہ ۷۰۶ھ) کو اپنے والد کے ہمراہ جن کا اسم گرامی سید علی بزرگ تھا ملتان کے راستے آئے اور چند روز ہندوستان میں چلہ کشی کی اور سرزمین امروہہ میں قیام فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد اہل وعیال اور بیٹوں کو چھوڑ کر سب سے جدا ہو کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے جو امروہہ سے ساٹھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور آپ نے پہاڑ کو رونق بخشی اور وہاں ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ زمین کو مانند بوریا طے کر کے یعنی پیدل چل کر، آپ کی آخر عمر میں شیخ شرف الدین پانی پتی جو اُن سے عمر میں بڑے تھے۔ برلئے ملاقات آئے اور ان کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ بڑی خوشی کے ساتھ شرف الدین پانی پتی نے کہا مجھے بھوک لگی ہے اور میں گوشت کھانا چاہتا ہوں اور کیونکہ یہ علاقہ دریائے گنگا سے پہاڑ تک آپ کو تفویض ہے لہذا گوشت آپ کی جانب سے اور روٹیاں ہماری طرف سے ہوں گی۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس پہاڑ کے عقب میں ہرنوں کا گلہ کھڑا ہے تم وہاں جاؤ اور ان ہرنوں سے کہو کہ تمہیں سید شرف الدین شاہ ولایت نے بلایا ہے۔ ان کے پاس ایک معزز مہمان آیا ہوا ہے۔ خادم گیا اور جو کچھ اس سے کہا گیا تھا اس نے ہرنوں سے کہا اس گلہ نے اس کو قبول کیا اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ خادم نے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلب کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک ہرن گلہ میں سے نکل کر باہر آگیا۔ خادم نے اس کو آپ کے سامنے پیش کیا اور ذبح کیا اور جس قدر گوشت درکار تھا وہ لے کر کباب بنائے اور ان کی خدمت میں پیش کیا اور شیخ شرف الدین پانی پتی سے مخاطب ہو کر کہا کہ گوشت حاضر ہے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور چند روٹیاں ان کے ہاتھ میں آگئیں پھر دونوں بزرگوار بسم اللہ

کہہ کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت مخدوم نے اپنے مریدوں سے کہا باقی گوشت، کھال و ہڈیاں لاؤ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ نے کوزہ سے پانی لے کر چھڑکا اور ہرن سے کہا کہ اللہ کے حکم سے اٹھ، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سجدہ کیا۔ اور پھر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا اور جا کر اپنے گلہ میں شامل ہو گیا۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد سلطان فیروز شاہ شکار کے لئے آیا۔ . . . .

آخر عمر میں آپ کے خاندان والوں نے کسی کو بھیج کر طلب کیا . . . . اس کے بعد چار درختوں والا پورا واقعہ لکھا ہے۔

جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی چل پڑا۔ لیکن آپ نے اس سے کہا کہ تمہاری جگہ یہی ہے اور پہاڑ ٹھہر گیا۔ آپ اپنے لوگوں کے درمیان آئے اور ایک دن ان کے پاس ٹھہرے۔ جب آپ پہاڑ کی طرف جانے لگے تو آپ نے قوم کو طلب کیا اور یہ فرمایا۔ ان درختوں کو ہم یہاں چھوڑتے ہیں کیونکہ میں اسی سرزمین میں دفن ہوں گا مجھے ان درختوں کے درمیان دفن کرنا۔

اس وقت آپ کی عمر (۲۳۰) دو سو تیس سال تھی۔ جب رجب کی پہلی تاریخ ختم ہوئی تو آپ نے ۸۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

روضۂ مقدسہ میں کیڑے وغیرہ بہت ہوتے ہیں، سید نصیر الدین غوری نے کہا کہ تمہارے روضہ پر بچھو بہت ہوں گے، سید شرف الدین نے جواب دیا کہ ہاں ہوں گے مگر کسی کو گزند نہیں پہنچائیں گے، عید کے دن عید گاہ میں مسلمانوں کی جماعت موجود تھی کہ مذکورہ گفتگو ہوئی۔ سید شرف الدین نے جواب دیا کہ تمہارے روضہ پر گدھے بہت ہوں گے اور گم شدہ گدھا یہاں موجود ہو گا۔ نصیر الدین غوری نے کہا کہ وہ روضہ کے احاطہ میں لید نہیں کرے گا۔

سواد امروہہ جو انہیں عنایت ہوا ہے یعنی از گنگا یا پہاڑ اس کے متعلق

حضرت شاہ ولایت کا دعویٰ ہے کہ یہ رب العالمین کے حکم سے تفویض ہوا ہے ان کے کہنے کے مطابق درگاہ میں یہ پیغام پہنچا کر گنگا تا پہاڑ کا علاقہ آپ کو تفویض ہوا ہے تو یہ بات غیب سے سُنی گئی تو اسی وقت آپ نے اپنا عصا زمین پر رکھ دیا اور وہاں ٹھہر گئے۔ لیکن کسی کو اس بات کا پتہ نہیں ہے اس رسالہ میں اس کو مختصراً لکھا گیا ہے۔ (رسالہ سراج الدین احمد)

مخدوم صاحب کی کرامات بے شمار ہیں۔ وہاں کے رہنے والے اور زائرین جو روضہ کا طواف کرنے آتے ہیں وہ بچھوؤں کو اپنے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔ اور وہ کاٹتے نہیں ہیں۔ اور رات کے وقت ایک شیر آپ کے مزار پر جاروب کشی کے لئے آتا ہے اور زیارت کرتا ہے۔ یہ وہ ہی شیر ہے جو درۂ کوہ میں غار کے باہر آپ کی دربانی اور پاسبانی کا کام انجام دیتا تھا۔

لوگوں نے کہا کہ شہر کی حفاظت کے لئے ہر شہر حصار رکھتا ہے مگر امروہہ میں کوئی ایسا حصار نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایسا حصار اس شہر کے لئے میں خود ہوں تم ہرگز خوف نہ کرو۔

اس کے بعد صاحب رسالہ نے ہرن والا قصّہ بیان کیا یعنی وہ شکار میں پکڑا گیا۔ ذبح ہوا اور اس کے پہلو سے لکڑی برآمد ہوئی، کوئی ولی یا فقیر ہی اس راز پر سے پردہ اٹھا سکتا ہے کہ ہرن کے پہلو میں چوب کیسی ہے آخر اس میں کیا حکمت ہے اس نے کہا کہ اس کا راز معلوم کرو۔

انہوں نے بیان کیا کہ نصیرالدین غازی نے دہلی کی کسی غار میں کسی دختر (لڑکی) کو پالا تھا وہ اس کو کھانا کھلانا چاہتے تھے۔ تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا تو وہ لوٹ گئے۔ تو وہاں کسی نے کہا اولیاء اللہ بادشاہ کی قید میں ہیں تو دختر نے کہا کہ کس وجہ سے اولیاء کو قید کیا ہے تو ان سب نے وہی سبب بیان کیا تو لڑکی نے بادشاہ

سے کہا کر سب کو رہا کر دے۔ اس بات کو میرے پیر ہی جانتے ہیں کر وہ لڑکی واپس گئی کہ میں اپنے پیر کو لاتی ہوں۔ پیر نے کہا کر دو رسیاں لاؤ میرے پیر میں باندھ دو تاکہ میں اس غار سے باہر نکل آؤں اس کے بعد بادشاہ نے آدمیوں کو رسی کے ساتھ وہاں بھیجا اور وہ رسی اس کے پاؤں میں باندھ کر باہر لائے اور کہا کہ جس وقت شیخ شرف الدین پانی پتی مخدوم صاحب سے ملاقات کے لئے گئے تھے تو انہوں نے ان کی دعوت کی تھی اور ہرن کو ذبح کیا تھا اور چوب باندھی گئی تھی۔ ہرن زندہ ہوا۔ اب شرف الدین پانی پتی کی خدمت میں جانا چاہیئے تاکہ وہ اپنے عزیز دوستوں کے ساتھ مخدوم شرف الدین شاہ ولایت کی خدمت میں جائیں تو یہ سن کر بادشاہ کو آپ کے قریب ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ بادشاہ آپ کی خدمت میں مع لشکر کے پہنچا۔ آپ نے اس کو نہ آنے کو کہا وہ آیا اور نہایت عاجزی سے آپ کی خدمت میں استفسار کیا اور یہ چاہا کہ آپ کے دیدار سے مشرف ہو کچھ عرصہ بعد اپنی توجہ مخدوم سید شرف الدین نے مبذول کی اور کہا کہ لاؤ۔ شیخ مذکور فیروز شاہ کو خدمت میں لایا اور آپ نے اس کی خاطر کی اور کہا کہ تم اس پہاڑ پر کیوں آئے ہو؟۔ بادشاہ نے کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم میرے مرید کیونکر ہو سکتے ہو۔ میرا مرید وہ شخص ہوگا جو اسی طرح سے فقیری اختیار کرے۔ برادر زادہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید ہو جاؤ جو دہلی آنے والے ہیں۔ سلطان نے یہ بات مان لی تو آپ کے کہنے کے مطابق جہانیاں جہاں گشت کا مرید ہوا۔ (رسالہ سراج الدین)

سفر نامہ ابن بطوطہ میں "شیخ الزاویہ" سے کیا مراد ہے

ابن بطوطہ ایک مشہور سیاح تھا اس کا نام ابو عبداللہ ابن بطوطہ تھا۔ مغربی افریقہ (بربر) کے شہر "طنجہ" (جو اس وقت حکومت اندلس کے ماتحت تھا) میں ۱۱ رجب ۷۰۳ھ میں پیدا ہوا۔ علوم اسلامیہ کی اس نے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ خاص طور پر تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم میں اُسے اچھی دستگاہ حاصل تھی وہ امام مالکؒ کی فقہ پر عامل تھا۔ فقہ حنفی کا مقلد نہ تھا فقہ مالکی چونکہ اکثر ساحلی مقامات پر رائج تھی اور اندلس میں اموی خلیفہ نے اس فقہ کو ایک فرمان کے ذریعہ یہ حکم نافذ کیا تھا۔ ابن بطوطہ تصوّف آشنا بھی تھا۔ اہل اللہ کی صحبت اٹھائی تھی۔ کربلا معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت بھی کی تھی۔ مزارات اور مقبروں سے حصول برکات کا قائل بھی تھا۔ اس نے ۲۵ برس سیر و سیاحت کی تھی۔ ۷۲۵ھ میں اس نے سفر کا آغاز کیا اسی سفر میں پورے شرقی افریقہ کو طے کر کے مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، ترکی، افغانستان، آذربائیجان، ہندوستان کے ایک ایک شہر کو دیکھا۔ وہ جب ہندوستان آیا اس وقت محمد تغلق ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ بادشاہ نے اُسے منصب قضا پر مامور کیا۔ کچھ عرصے بعد وہ یہاں سے ہندوستان کا سفیر بن کر چین چلا گیا۔ ہندوستان کے قیام کے دوران ابن بطوطہ بجنور ہوتا ہوا امروہہ بھی پہنچا یہاں اس کا قیام دو مہینے رہا۔ امروہہ سے اسے غلّہ حاصل کرنا مقصود تھا۔ امروہہ کے سفر کی روداد لکھتے ہوئے اس نے وہاں کی دو چار شخصیات کا بھی ذکر کیا ہے۔

ابن بطوطہ لکھتا ہے :-

" بادشاہ کے حسب الحکم وزیر نے مجھے دس ہزار من غلّہ تو دیدیا اور باقی کی بابت حکم لکھ دیا کہ امروہہ کے علاقہ سے دیا جائے۔ اس وقت وہاں کا حاکم "مختار" تھا۔ اور وہاں کا امیر "شمس الدین بدخشانی" تھا۔ میں نے اپنے آدمی بھیجے۔ انہیں کچھ تو غلّہ مل

گیا لیکن امیر خمار کے سخت برتاؤ کی شکایت بھی مجھ سے کی۔ چنانچہ باقی غلہ لینے میں امروہہ خود گیا۔ .... یہ علاقہ دہلی سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ برسات کا موسم تھا۔ .... یہاں تک کہ ہم امروہہ پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔ اس کے اہلکار استقبال کے لئے باہر آئے۔ شہر کا قاضی شریف علی اور خانقاہ کا شیخ دونوں آئے اور دونوں نے مل کر میری ضیافت بہت اچھی طرح کی۔"

(ترجمہ سفرنامہ ابنِ بطوطہ نفیس اکیڈمی کراچی ص ۱۶۳ تا ص ۱۶۴ جلد دوم)

ابنِ بطوطہ کے اس بیان کی روشنی میں بعض تذکرہ نگاروں نے "قاضی شریف علی" سے مراد قاضی امیر علی سمجھا ہے اور "شیخ الزاویہ" سے مراد حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کو فرض کیا ہے۔ ان چند جملوں کو اہمیت دے کر حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے حالات کے سنین کو تذکرہ نگاروں نے مشکوک بنا دیا ہے۔ خاص طور پر تاریخ وفات کے تعین میں انہی جملوں کی وجہ سے کتابوں میں خاصی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ ابنِ بطوطہ کے بیان کا تجزیاتی مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

ابنِ بطوطہ ۷۴۱ھ میں امروہہ آیا۔ اس وقت حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے فرزند اکبر قاضی سید امیر علی امروہہ کے قاضی تھے۔ تذکرہ نگاروں نے "قاضی شریف علی" کے نام پر قاضی سید امیر علی کا قیاس کیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ درست ہو۔ اور "شیخ الزاویہ" یعنی "خانقاہ کے شیخ" سے یہ قیاس کیا ہے کہ ہوں نہ ہوں یہ حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ ہی ہوں۔ اس طرح حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کی دو تاریخ وفات یعنی ۷۳۸ھ اور ۷۳۹ھ غلط قرار پاتی ہیں۔ جبکہ ۷۸۳ھ بھی غلط ہے۔

اگر ہم آپ کی تاریخ وفات "بست و یکم رجب" کو مستند مان لیں تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

ب	۲
ل	۶۰
ت	۴۰۰
و	۶
ی	۱۰
ک	۲۰
م	۴۰
ر	۲۰۰
ج	۳
ب	۲

بست دیکم رجب — ۷۴۳ھ

ابن بطوطہ ۷۴۱ھ میں امروہہ آیا اُس وقت حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ حیات تھے۔ "شیخ الزاویہ" سے آپ ہی مراد ہیں۔ ۷۴۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ تذکرہ نگار آپ کی ولادت کے سنہ کے سلسلے میں ۶۵۳ھ پر متفق ہیں اس لئے وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۰ برس کی تھی۔

حضرت سیّد شرف الدین شاہ ولایتؒ کی وفات

آپ کی وفات کی تاریخ اور ماہ کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے مختلف روایات تحریر کی ہیں۔ "مقاصد العارفین" میں ۲ رجب لکھی ہے۔ سیّد سراج الدین احمد نے اپنے رسالہ میں یکم رجب لکھی ہے۔ "اسراریہ" اور "ثمرات القدس" میں ۸ ربیع الاوّل بتائی گئی ہے۔

چونکہ امروہہ میں ان کی برسی کا فاتحہ اور مزار پر عرس ۱۲ رجب کو ہوتا ہے۔ اس لئے اہلِ امروہہ نے ۱۲ رجب کو صحیح تاریخ وفات مانا ہے۔

سنہ وفات میں بھی اختلاف موجود ہے۔ مقاصد العارفین، رسالہ سراج الدین اسرار، ثمرات القدس وغیرہ میں ۷۸۳ھ کو صحیح مانا گیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے "قدم مردانہ فوق لامکان زد" کے مادہ تاریخ ۷۸۲ھ کو مستند مان کر مکمل قطعۂ تاریخ کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔

لیکن "بست و یکم رجب" مادہ تاریخ بھی بہت قدیم زمانے سے مشہور چلا آرہا ہے۔ جمال احمد نقوی نے "تاریخ سادات امروہہ" میں اسی مادۂ تاریخ کو مستند قرار دیا ہے۔

تحقیقی نقطۂ نظر سے ۱۲ رجب ۷۸۲ھ حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کی مستند تاریخ وفات قرار پاتی ہے، سید بشیر حسن نقوی نے "تذکرۂ سادات امروہہ" میں اسی تاریخ کو مستند بتایا ہے۔

حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کی اولاد

حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے دو فرزند اور ایک دختر تھیں۔ بڑے فرزند سید امیر علی تھے اور چھوٹے فرزند کا نام سید عبدالعزیز تھا اور دختر کا نام بلقیس الطاہرہ عرف بی بی بجونی تھا۔

سید امیر علی فرزند اکبر امروہہ کے قاضی تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں وہ قاضی القضاۃ بنائے گئے اور بادشاہ نے ان کو مواضعات معافی و جاگیر و باغات عطا کئے۔ قاضی سید امیر علی کے تین فرزند ہوئے۔ سالار سید محمود، سید شرف الدین ثانی اور سید تاج الدین، سالار سید محمود بھی منصب قضاء پر فائز رہے اور ان کی اولاد میں یہ منصب صدیوں جاری رہا۔

دوسرے بیٹے سید عبدالعزیز تھے۔ آپ نوجوانی میں گھوڑے سے گر کر

وفات پا گئے۔ حضرت شاہ ولایتؒ نے سید عبدالعزیز کے فرزند کی پرورش فرمائی۔

حضرت شاہ ولایتؒ کی صاحبزادی لبقیہ الطاہرہ عرف بی بی بجوئیؒ کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ یہ ناکتخدا تھیں، بہت زاہد اور پارسا تھیں۔ ان کی عظمت و عصمت کی وجہ سے ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔

حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کا مزار

امروہہ میں آپ کا مزار شہر سے بجانب غرب واقع ہے۔ پہلے مزار شہر سے فاصلے پر تھا لیکن اب آبادی بڑھتے بڑھتے مزار کی چہار دیواری تک پہنچ گئی ہے۔ یوں تو ہر روز عقیدت مند بغرض فاتحہ خوانی مزار پر حاضر ہوتے ہیں لیکن جمعرات کو وہاں ایک چھوٹا سا میلہ لگ جاتا ہے۔

مزار کا ایک وسیع احاطہ ہے جس کی دیواریں بلند ہیں اور اس کے دو دروازے ہیں۔ اس احاطے کے اندر زیادہ تر حضرت شاہ ولایتؒ کی اولاد و اخلاف کی قبریں ہیں۔ ایک سمت درختوں کے درمیان بلند احاطہ ہے جس میں آپ کی قبر ہے جانب شرق آپ کی زوجہ کی قبر ہے۔ بائیں پا آپ کی صاحبزادی بی بی بجوئیؒ کی قبر ہے۔

ہر سال مزار پر ۱۹؍رجب سے ۲۱؍رجب تک تین دن تک آپ کی برسی کے سلسلے میں تقریب منعقد ہوتی ہے۔

کراچی میں بھی ۲۱؍رجب کو ہر سال محفلِ مذاکرہ اور محفلِ سماع کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

حیاتِ سید شرف الدین شاہ ولایتؒ کے اہم سنین

سید علی بزرگ (پدر شاہ ولایتؒ) وارد ہند ہوئے	۶۲۳ھ	۱۲۴۵ء
ولادت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ بمقام "سہودرہ" لاہور	۶۵۳ھ	۱۲۵۵ء
شاہ ولایتؒ کی شادی میر سرخ بخاری کی دختر سے	۶۷۰ھ	۱۲۷۱ء
شاہ ولایتؒ ملتان سے امروہہ تشریف لائے	۶۹۰ھ	۱۲۹۱ء
کوہستان ہمالہ میں قیام بغرض عبادت	۶۹۱ھ	۱۲۹۲ء
امروہہ واپسی	۷۳۸ھ	۱۳۳۷ء
ابن بطوطہ سے شاہ ولایتؒ کی ملاقات	۷۴۱ھ	۱۳۴۰ء
وفات شاہ ولایتؒ	۷۴۳ھ	۱۳۴۲ء

ش	۳۰۰
ر	۲۰۰
ف	۸۰
الف	۱
ل	۳۰
د	۴
ی	۱۰
ن	۵۰

شرف الدین ـــــــ ۶۷۵ھ

۶۷۵ھ میں شرف الدینؒ کا لقب اختیار کیا۔ (مطابق ۱۲۷۶ء)

حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے عہد کے بادشاہ

شاہ ولایتؒ آخری خلیفۂ بنی عباس مستعصم باللہ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے مستعصم باللہ کو قتل کر کے حکومت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا۔

شاہ ولایتؒ کی ولادت کے وقت ہندوستان کا بادشاہ التمش کا بیٹا ناصر الدین محمود تھا۔ ناصر الدین محمود کا عہدِ حکومت ۲۶ محرم ۶۴۴ھ سے ۱۱ جمادی الاول ۶۶۴ھ تک ہے۔ کل ۲۲ سال مدت حکومت ہے۔ شاہ ولایتؒ کی ولادت کے وقت لاہور کا امیر ملک جلال الدین خانی تھا۔ جو ناصر الدین محمود کا ترکی مصاحب تھا۔

غیاث الدین بلبن ۶۶۴ھ میں تختِ حکومت پر آیا اور ۶۸۵ھ میں انتقال کیا۔ ۲۳ برس اس نے حکومت کی۔ حضرت شاہ ولایتؒ سہودرہ (لاہور) سے ملتان غیاث الدین بلبن کے عہد میں آئے اور اس عہد میں آپ کی شادی میر سرخ بخاریؒ کی بیٹی سے ہوئی۔

بلبن کے بعد دو سال معز الدین کیقباد نے حکومت کی ۶۸۷ھ میں وہ قتل کر دیا گیا اور جلال الدین فیروز شاہ خلجی ۶۸۸ھ میں ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ صرف ۷ برس ہندوستان کا بادشاہ رہا۔ ۶۹۵ھ میں علاؤ الدین نے اُسے کڑہ مانکپور میں قتل کر دیا حضرت شاہ ولایتؒ جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے عہد میں ۶۹۰ھ میں ملتان سے امروہہ تشریف لائے۔

علاؤ الدین خلجی ۶۹۵ھ میں تختِ حکومت پر بیٹھا اور ۲۰ برس حکومت کر کے ۷۱۶ھ میں مر گیا۔ اس عہد میں حضرت شاہ ولایتؒ کوہستان ہمالیہ میں محوِ عبادت تھے۔

اس عہد میں امیر خسروؒ جیسے عظیم شاعر نے ہندوستان کو " اردو زبان" عطا کی، علاؤالدین کا بیٹا شہاب الدین تین مہینے بادشاہ رہا۔ ۷۱۶ھ میں قطب الدین مبارک شاہ خلجی تختِ حکومت پر بیٹھا اور چار سال بعد قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد غیاث الدین تغلق تختِ حکومت پر بیٹھا اور ۷۲۵ھ تک ہندوستان کا بادشاہ رہا۔

۷۲۵ھ میں محمد شاہ تغلق نے تاج و تخت سنبھالا ۲۷ رسال حکومت کرتا رہا۔ آخر ۲۱ رمحرم ۷۵۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت میں حضرت شاہ ولایتؒ نے ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے ہم عصر مشاہیر

علامہ حلی | حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے زمانے میں ملتِ جعفریہ کے عالمِ وقت حضرت علامہ حلی تھے۔

امکان ہے کہ حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ حضرت علامہ حلی کی تقلید کرتے ہوں گے۔

علامہ حلی کا نام شیخ جمال الدین ابو منصور حسن تھا۔ آپکے پدر گرامی یوسف بن علی بن مطہر حلی تھے۔ علامہ حلی ۶۴۸ھ میں حلہ (عراق) میں پیدا ہوئے اور ۷۸ برس کی عمر میں ۷۲۶ھ میں بمقام نجفِ اشرف آپ کی وفات ہوئی۔ روضۂ نجفِ اشرف میں حضرت علی علیہ السلام کے زیر منارہ مزار شریف ہے۔

علم وفضل کے اس درجے پر فائز ہوئے کہ جب بھی مطلقاً " علامہ" کہا جائے تو اس سے علامہ حلی مراد ہوتے ہیں۔ رئیس العلمائے شیعہ اور مجددِ ملتِ جعفریہ تھے، کمسنی ہی میں درجۂ علم واجتہاد پر فائز ہوگئے۔ نصیر الدین طوسیؒ کے شاگرد تھے۔ بغداد میں شاہ

خدا بندہ کے دربار میں طلب کئے گئے۔ علمائے اہلسنت سے زبردست مناظرہ ہوا جس میں بڑی خوبصورتی سے مذہب جعفری کی اولیت اور فقہ اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کا تاخر ثابت فرمایا۔ نتیجہ میں بادشاہ خدا بندہ شیعہ ہوگیا۔ حضرت علامہ حلّی کی تالیفات میں قواعد (تبصرہ، تذکرہ، مختلف الشیعہ، منتہی، تحریر) (فقہ) شرح تجرید (کلام) کشف الیقین (فضائل علیؑ) ہیں۔ ایک کتاب "الفین" تحریر فرمائی ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافتِ بلافصل پر پوری دو ہزار دلیلیں جمع کی ہیں۔

امام ابنِ تیمیہؒ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ ۱۰ ربیع الاوّل ۶۶۱ھ کو "حران" میں پیدا ہوئے، ان کا نام احمد کنیت ابوالعباس اور لقب تقی الدین تھا۔ لیکن ان کی شہرت ابنِ تیمیہ کے نام سے ہوئی۔ آپ کے سلسلۂ نسب کا پتہ نہیں چلتا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس قبیلے سے تھے اور ان کا قبیلہ حراں میں کب اور کہاں سے آکر آباد ہوا تھا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ آپ کرد قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

شہر "حراں" عراق کی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے صلیبی جنگوں کے زمانے میں تباہ و برباد ہوا۔ پھر تاتاریوں نے اسے متعدد بار لوٹا تو یہاں کے باشندے دوسرے شہروں کو چلے گئے۔ ابنِ تیمیہ کا خاندان دمشق (شام) میں آباد ہوگیا۔

ابنِ تیمیہ رسوم و بدعات کی اصلاح کے سلسلے میں خاص شہرت رکھتے ہیں انہوں نے نام نہاد صوفیوں اور شعبدہ بازوں کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کی اور انہیں اپنی شعبدہ بازیوں کو چھوڑ کر کتاب و سنت کی پیروی کی دعوت دی۔ اس سلسلے میں کئی فقیر جو عوام میں اپنی عجیب و غریب حرکات و وضع کی وجہ سے مشہور تھے مثلاً مجاہد ابراہیم القطان، ابراہیم العیمین وغیرہ سے ابنِ تیمیہ نے توبہ کروائی۔ اس سلسلے میں ایک خط انہوں نے شیخ نصر بن سلیمان منبجی کو بھی لکھا تھا کہ وہ وحدت الوجود کے غیر اسلامی نظریہ کو چھوڑ کر اسلام کے نظریۂ توحید خالص کو اختیار کرے۔

ابنِ تیمیہ فقہ حنبلی سے تعلق رکھتے تھے جبکہ حکمراں سلطان ناصر کا تعلق فقہ مالکی سے تھا۔ ابنِ تیمیہ کو قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ آپ نے فقہ مالکی کی رد میں ایک کتاب لکھی جس میں زیارتِ قبور کو بدعت قرار دیا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے قلم اور کاغذ اُن سے چھین لیا گیا۔ اسی صدمہ میں ۲۸ ذلیقعدہ ۷۲۸ھ کو آپ نے انتقال کیا۔ آپ نے تقریباً سَو کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابنِ قیمؒ اور ابن کثیرؒ آپ کے شاگرد تھے۔ ہندوستان میں جب تصوف پروان چڑھ رہا تھا۔ ابنِ تیمیہ دمشق (شام) اور قاہرہ (مصر) میں تصوف کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔

ابنِ تیمیہؒ حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے ہم عصر تھے۔ ہو سکتا ہے جب شاہ ولایتؒ نے عرب اور عراق کا سفر کیا ہو تو وہاں ابنِ تیمیہ کے افکار سے باخبر ہو کر واپسی پر یہ اعلان کیا ہو کہ میرے بعد بیعت کا سلسلہ موقوف کر دیا جائے اور کوئی صوفی بن کر اپنی بیعت پر دوسرے کو مجبور نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شرف الدین کے مزار پر گدی نشینی کا سلسلہ نہیں ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نجیب الطرفین اور عالی قدر سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کا سلسلۂ نسب والد گرامی کی طرف سے حسبِ ذیل واسطوں سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ ابن سید محمد بن سید احمد بن سید علی بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید شرف الدین علی مشہدی بن سید احمد مشہدی بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر الذکی بن امام علی نقی علیہ السلام۔

آپ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا پھر وہاں سے پورا خاندان بدایوں میں آکر آباد ہو گیا۔ حضرت نظام الدین بدایوں میں ۲۷ صفر ۶۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ بابا فرید گنج شکرؒ نے آپ کو ہندوستان کی ولایت سپرد فرمائی تھی۔ آپ

"محبوب الٰہی" کے لقب سے مشہور ہوئے، سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ بادشاہ علاء الدین خلجی بھی آپ سے عقیدت رکھتا تھا اور فوجی مہموں میں حضرت سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتا تھا۔

حضرت امیر خسروؒ نے آپ ہی سے بیعت کی تھی اور آپ کے مزار کے احاطے میں دفن ہیں۔ حضرت نظام الدینؒ نے ۹۱ برس کی عمر میں ۷۲۵ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی ساری عمر تجرد میں گزار دی تھی اس لئے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، آپ کے ملفوظات حضرت امیر خسروؒ نے مرتب کئے تھے۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عہد ایک ہی ہے۔ اور یہ دونوں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند جعفر الذکی کی اولاد ہیں۔ لیکن اس عہد میں جو شہرت اور مقبولیت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو نصیب ہوئی وہ کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ حضرت شرف الدینؒ کا ذکر تصوف کی کتابوں میں نہیں ملتا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ تحقیق نہیں ہوا کہ آپ صوفی تھے بھی یا نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صوفی تھے بھی تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی شہرت نے انہیں مقبول نہ ہونے دیا اور وہ تاریخی کتابوں میں گوشۂ گمنامی میں چلے گئے۔ حضرت شرف الدینؒ کا ذکر صرف ان کتابوں میں ہے جو صرف امروہہ کے افراد نے تالیف کی ہیں، جبکہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ذکر ہندوستان کی ہر تاریخ کی کتاب میں موجود ہے۔ ان دونوں حضرات کا آپس میں کوئی رابطہ تھا یا نہیں اس کا علم بھی اب تک نہیں ہو سکا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ جو محب محمدؐ و آلِ محمدؐ تھے اور اکثر اوقات امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں خانقاہ میں مجالسِ عزا منعقد فرماتے تھے جس میں دہلی کے شرفاء شریک ہوتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ خود "ذکرِ حسینؑ" فرماتے

تھے بعض اوقات اشاروں میں اور کبھی ہندی الفاظ میں واقعاتِ کربلا بیان کرتے تھے.
آپ کو حضرت علی علیہ السلام سے بے پناہ عشق تھا آپ نے متعدد قصائد و مناقب بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مولائے کائنات شاہِ ولایت حضرت امیرالمومنینؑ کی مدح میں چند اشعار مع ترجمہ درجِ ذیل ہیں۔

امامِ حق کسے باشد کہ برکند او درِ خیبر
نبیؐ گفتش کہ یا حیدرؑ نگہبانت خدا باشد

امامِ حق کسے باشد کہ اندر جملۂ قرآں
بہ ہر آیت کہ برخوانی دراں حمد و ثنا باشد

امامِ حق کسے باشد کہ با ابنا و با زہراؑ
نبیؐ رانفسک نفسی بہ زہراؑ ایک ردا باشد

ترجمہ :۔ امامِ حق وہی ہو سکتا ہے کہ جس نے درِ خیبر اکھاڑ دیا ہو۔ اور جس کے لئے رسولؐ خدا نے یہ ارشاد فرمایا ہو۔ یا علی تمہارا نگہبان خدا ہے۔

امامِ حق وہی ہو سکتا ہے کہ پورے قرآن میں سے جو آیت بھی پڑھی جائے اس میں اُس کی تعریف و توصیف ہو۔ امامِ حق وہی ہو سکتا ہے جو میدانِ مباہلہ میں اپنے بیٹوں اور اپنی بی بی فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ہو۔ جو نفسِ نبیؐ ہو۔ اور حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ چادرِ تطہیر میں ہو۔

ایران میں شرف الدین شیخ سعدیؔ جو فارسی کے زبردست شاعر ہیں حضرت شاہ ولایتؒ کے ہم عصر ہیں۔ ہندوستان میں حضرت امیر خسرو شاعرِ ہفت زبان بھی شاہِ ولایتؒ کے ہم عصر ہیں۔

کتابیات

کتابیں جن میں سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کا تذکرہ ہے۔

دیگر کتب جن کے حوالہ جات کتاب میں موجود ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع	سنہ طباعت
۱۔	عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب	احمد بن علی بن الحسین بن علی بن عتبۃ الاصغر الداؤدی الحسینی	مطبوعہ بمبئی	سنہ ۱۳۱۸ھ
۲۔	کنز الانساب و بحر المصاب	سید مرتضیٰ علم الہدیٰ	" بمبئی	سنہ ۱۳۰۲ھ
۳۔	ریاض الانساب جلد دوم	مرزا محمد ملک	" "	
۴۔	تاریخ گلزار شمس تبریز	سید ملک شاہ	کتب خانہ حیدری ملتان	سنہ ۱۸۸۲ھ
۵۔	منتخب التواریخ (ترجمہ)	محمد ہاشم ابن محمد علی مشہدی	مکتبۂ ساجد۔ ملتان	سنہ ۱۹۷۹ء
۶۔	اسراریہ	سید کمال بن سید لال		
۷۔	ثمرات القدس من شجرات الانس (فارسی)	مرزا لعل بیگ بدخشی مراد	قلمی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی	مکتوبہ سنہ ۱۰۱۷ھ
۸۔	تاریخ واسطیہ	سید رحیم بخش امروہوی	گلزار احمدی۔ مراد آباد	سنہ ۱۳۲۲ھ
۹۔	نخبۃ التواریخ (فارسی)	مولانا آلِ حسن مودودی		سنہ ۱۲۹۲ھ
۱۰۔	مقاصد العارفین (فارسی)	شاہ عضدین محمد چشتی صابری	عربی، فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ۔ ٹونک	
۱۱۔	تاریخ اصغری (اردو)	سید اصغر حسین نقوی	گلزار ابراہیم۔ مراد آباد	سنہ ۱۸۸۹ء

۱۲ـ	سیر العارفین ذکر الکاملین (اردو)	سید ناصر علی نظر امروہوی		سنہ ۱۸۹۹ء
۱۳ـ	تاریخ سادات امروہہ	جمال احمد نقوی	اعظم پریس حیدر آباد دکن	سنہ ۱۹۳۴ء
۱۴ـ	تذکرۂ سادات امروہہ	سید بشیر حسن نقوی	مسلم پرنٹنگ پریس کراچی	سنہ ۱۹۶۳ء
۱۵ـ	آئینۂ عباسی	مولوی محب علی خلش امروہوی		سنہ ۱۲۹۲ھ
۱۶ـ	تاریخ امروہہ	محمود احمد عباسی		سنہ ۱۹۳۰ء
۱۷ـ	تذکرۃ الکرام	" "		سنہ ۱۹۳۱ء
۱۸ـ	تحقیق الانساب	" "		سنہ ۱۹۳۲ء
۱۹ـ	آفتاب صداقت	سید محمد عسکری امروہوی		سنہ ۱۹۳۳ء
۲۰ـ	انوار قم	سید صغیر حسن نقوی	کراچی	سنہ ۱۹۷۳ء
۲۱ـ	تاریخ زیدیہ (ترجمہ)	حکیم سید حیدر نذر نقوی		سنہ ۱۹۳۶ء
۲۲ـ	تاریخ زیدیہ	مولوی اکبر حسین عبرت امروہوی		سنہ ۱۹۷۳ء
۲۳ـ	تاریخ اوشع	حفیظ الرحمٰن		
۲۴ـ	تاریخ انوار السادات	سید ظفر یاب حسین نلوتوی		
۲۵ـ	تذکرۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح	محمد سخاوت مرزا		
۲۶ـ	یادِ رفتگاں	مولوی حسن اشرف	مطبوعہ راولپنڈی	
۲۷ـ	تاریخ کڑہ مانکپور	عبد اللہ خاں علوی قیس	قیصر ہند الہ آباد	سنہ ۱۹۱۷ء
۲۸ـ	مرأۃ الانساب	سید آلِ محمد امروہوی	(قلمی)	سنہ ۱۳۱۹ھ

۲۹۔	اثباتِ حقیقت درِ مسلکِ شاہ ولایت	سید محمد تقی نقوی	لیتھو کلر پرنٹرز علی گڑھ	سنہ ۱۹۸۶ء
۳۰۔	تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ	غلام علی اینڈ سنز	
۳۱۔	سفرنامۂ ابنِ بطوطہ	ترجمہ رئیس احمد جعفری	نفیس اکیڈمی کراچی	سنہ ۱۹۸۲ء
۳۲۔	ریاض الانساب	سید مقصود نقوی	اظہار سنز لاہور	سنہ ۱۹۷۹ء
۳۳۔	انوارِ اصفیا	ادارہ تصنیف و تالیف	غلام علی اینڈ سنز لاہور	سنہ ۱۹۸۵ء
۳۴۔	تذکرہ سادات ارزانی پوتہ	سید علی نجف نقوی امروہوی	(قلمی)	تالیف سنہ ۱۹۸۶ء
۳۵۔	بو علی قلندر	اقبال صلاح الدین	سنگ میل ۔ لاہور	سنہ ۱۹۸۰ء
۳۶۔	تصوف اسلام	رئیس احمد جعفری	غلام علی اینڈ سنز لاہور	سنہ ۱۹۶۴ء
۳۷۔	تصوف اسلام	عبدالماجد دریاآبادی	المعارف ۔ لاہور	سنہ ۱۹۸۰ء
۳۸۔	محسنۂ عزا	ناشر سید محسن اختر نقوی	تاج آرٹ پریس کراچی	سنہ ۱۹۷۵ء
۳۹۔	مقدمۂ تاریخ اصغری	سید نخی حسن امروہوی	مطبوعہ خبرنامہ انجمن سادات امروہہ	سنہ ۱۹۷۳ء

maablib.org

"مصنفِ مثنوی کا تعارف"

سید ناصر علی ناصر امروہوی

سید علی نجف نقوی امروہوی کی تالیف "تذکرہ سادات ارزانی پوتہ" (قلمی) سے مثنوی "سیر العارفین ذکر الکاملین" کے مصنف ناصر علی ناصر امروہوی کے مختصر حالات دستیاب ہوئے۔ سید علی نجف نقوی لکھتے ہیں۔

"سید ناصر علی ناصر امروہوی کو شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ شاعر باکمال تھے۔ آپ کا شمار شہر کے بہترین اور نامور شعراء میں ہوتا تھا۔ آپ کی ایک طویل نظم مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت کے حالات میں موجود ہے اور طبع بھی ہو چکی ہے مگر اس کے نسخے اب تقریباً نا پید ہیں۔ سید ناصر علی نے اپنے خاندان کا ایک شجرۂ نسب بھی تالیف کیا تھا جو مستند اور قلمی ہے ان ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا حکیم سید محمد ممتحن کے پاس موجود تھا اب ان کی اولاد کے قبضہ میں ہوگا"

سید ناصر علی ناصر امروہوی کا شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے۔ آپ سید شرف الدین شاہ ولایت کی نسل میں ہیں۔

سید شرف الدین شاہ ولایت" ← قاضی سید امیر علی ← سید تاج الدین ← سید بدر الدین ← سید وجیہ الدین ← سید اخوان میر ← سید معظم ← سید سیدن شاہ ← سید مسعود ← سید مقصود ← سید صدر الدین ← سید فتح مراد ← سید محمد پناہ ← سید حسین بخش ← سید ناصر علی ناصر امروہوی۔

سید علی نجف نقوی نے ایک مختصر واقعہ بھی تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

قاضی سید امیر علی بن سید شرف الدین شاہ ولایتؒ جو فیروز شاہ تغلق کے عہد میں امروہہ کے قاضی تھے۔ ان کے ایک فرزند سید تاج الدین ہوئے ان ہی کی اولاد میں سید معظم بن سید اخوان میر گزرے ہیں جو اہلِ خاندان کی شاخ کے جدِ امجد تھے۔ ان ہی کی اولاد میں سید محمد پناہ ہوئے وہ نسل کو خالص اور ہر طرح کی آمیزش سے پاک وصاف رکھنے کے معاملے میں نہایت متشدد واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ایک کنیز نے ان کے پوتے سید ناصر علی ناصر امروہوی کو اپنا دودھ پلا دیا تھا تو انہوں نے بچہ کو الٹا لٹا دیا یہاں تک کہ سب دودھ ان کے پیٹ سے خارج ہو گیا۔ ہمارے بزرگوں اور اجداد نے اپنی نسل کی سختی کے ساتھ حفاظت کی ہے۔

"مثنوی سرالعارفین ذکر الکاملین"

۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء کی تصنیف سے ۱۸۹۹ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

پوری مثنوی میں ایک ہزار چارسو بائیس اشعار ہیں۔

مثنوی کی ابتدا "حمد اللہ" سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت حضرت رسول اکرمؐ اور منقبت امیر المومنینؑ دائر طاہرین ہے۔

ناصر علی نے سبب تصنیف بھی بیان کیا ہے اور اپنے مختصر خاندانی حالات بھی نظم کئے ہیں۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کا نام سید حسین بخش ہے جو امروہہ کے جاگیردار تھے نہایت عابد وزاہد اور مومن تھے۔ وہ شاہ ولایتؒ کی نسل میں تھے اور میرے استاد تھے۔

سبب تالیف کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

ایک مدت سے میں رکھتا تھا خیال — نظم اردو میں کروں میں کوئی حال

راست ہوئے بلکہ وہ حال لطیف — طعنہ زن ہوئے نہ تا کوئی حریف

میرے احباب نکو نے یہ کہا — نظم کر کچھ حال جدِ پاک کا

مثنوی سِرّ العارفین

"ذکر الکاملین"

حالاتِ سید حسین شرف الدین شاہِ ولایتؒ

مصنّف

سید ناصر علی ناصر امروہوی

ترمیم و تصحیح

ممتاز ادیب اور خطیب

سید ضمیر اختر نقوی

تالیف:۔ سنہ ۱۲۸۰ھ

طبع اوّل:۔ سنہ ۱۸۹۹ء

طبع دوم

سنہ ۱۹۸۹ء

ذکر احوال حضرت مخدوم شاہ ولایتؒ

تحریر: سیّد محمد محسن حسینی امروہوی

(۹ شعبان ۱۲۹۹ھ)

نام مبارک سید شرف الدین است و لقب شاہ ولایت واسم کہ بداں
در غیب خوانند پیر پہاڑی نام والد بزرگوار وی سید علی بزرگ حسینی واسطی
تولد او در ۵۵۳ھ پانصد و پنجاہ و سہ در سہودرہ کہ قصبیات متصل بلدہ لاہور
والدش از مریدان وخلفاء شیخ المشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی لیست
چوں مخدوم را شوق الٰہی غلبہ کرد از والد درخواست بود والد آنرا نیز بشیخ الشیوخ
سپرد و بخدمت شیخ ارادہ آورد و مشغول شد و ریاضات شاقہ و مجاہدات لائقہ
بیش آورد از برکات شیخ قدس سرہ۔ بخدا ظاہرہ وکشف باہر و دشت شیخ
دار الولایت ہندوستان از دریا گنگ تا کوہ کماؤں مفوض کرد چوں بہ ہندوستان
رسید جائے استقامت بامروہہ قرار فرمود۔ فرزندان و عیال را بامروہہ گذاشتہ
در دامن کوہ بہ عبادت مشغول شد حوش وطیور و سباع و حشرات الارض
و جمیع گزندگان و درندگان مطیع و فرمانبردار او بودند منقولست چو مہمانی بصحرائی

مخدوم آمدی او اشارات کرامت بشارت بوحوش کردی۔ جمعی وحشیان حاضر آمدندی یکے راطلبیدی و بمہانان وادی کہ ذبح کنند و بخورند و تاکید فرمودی کہ استخوانش سلامت دارند چوں مے خورند ہمہ استخوان جمع کردی و پوست نہادی و گفتی کہ برخیز بر و بجبر و بسخن آن وحشی زندہ شدی و بحرا گاہ خود دویدے روزی شیخ شرف الدین پانی پتی قدس سرہٗ با چندی درویشاں جہت ملاقات مخدوم رضی اللہ عنہ، بکوہ دامن رفت چیزے باندد وا فریافت مخدوم اشارت بوحوش کردو آہو پیر خوانہ و بدرویشان داد چون ذبح کردند و خوردند استخوان طلبید دید کہ استخوانی را کسے شکستہ پیوند در پوست نہاد دست برخیز خواست و برفت مدتے گذشت کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ صرجہت در کوہسار میگشت آن آہو صید او گشت چون بسمل کردند استخوانی با پیوند جوئیں برآمد سلطان را ازیں معنی اطلاع دادند بفرط تعجب متجسس ادراک حقیقت شدہ و راندیشید کہ معمائے غیب را حل و درست درویشاں غیب دانست لاچار باہر درویش التماس کشف ایں سرمیکرد ناگاہ از شیخ شرف الدین پانی پتی قدس سرہٗ بحقیقت حال رسید و مناقب کمالات آں سید السادات صاحب مقامات محمودہ بزبان معجز بیان آن قدوۃ لذباب عرفان و انکشاف شنید تخم محب و اعتقاد و بدل کاشتہ قصد ملازمت کردو بشرف پابوس شرف شد۔ چوں ایام رحلت مخدوم صاحب و قبلہ از سرائے فانی قریب رسید عزم امروہہ فرمود از مفارقت برکات اقدام میمنت قیام مخدوم ہمہ کوہ در اہتزاز آمد و سکان آں وادی از وحوش و طیور و سباغ و اشجار جملہ در عزلود فریاد شدند بدست مبارک ارشاد فرمود کہ باشید ازاں جملہ چہار درخت کہ سایۂ داراں سایۂ رحمت رحمانی بودند تاب مفارقت بی تاب شدہ

تا امروہہ آمدند بمقامیکہ آستانہ مزار مبارک قرار فرمودہ بود قائم شدند یکے از
آن جملہ چہار اشجار تا قرار تحریر ایں سطور اخبار قائم و برقرار است بتاریخ
بست و یکم رجب المرجب ۸۳۷ھ وہفت صد وہشتاد و سہ
وصال یافت قبرش کہ زیارت گاہ خواص و عام است در امروہہ باشد کہ ہفدہ
فرسخ از دہلی مفاصلہ دارد بجانب شرق تاریخ نظم سے

شہ من سکۂ بر نقد روان زد ۔ علم بر قبۂ نہ آسمان زد
چو ماہِ چاردہ تابندہ بر ملک ۔ طبر در بربۂ ہوش جہان زد
سر شاہانِ عالم کار فرمائی ۔ خیالِ اندیشش را راہِ گمان زد
چراغِ خانۂ نورِ نبوت ۔ فروغِ دیدہ اندر دیدگان زد
خوری سرچشمۂ جود و فیوضات ۔ ضیاء مطلع دین و امان زد
سوادِ کلک عالی ہمت او ۔ رقم بر لوح مشق کن فکان زد
مقامش منزلِ قرب الٰہی است ۔ خیالِ او مثال این و آن زد
سر اہل صفا را او ست سردار ۔ جمالش جلوۂ اندر قدسیان زد
زہے شان ولیُ قطب الاقطاب ۔ کہ ہر انس و ملک جنبش بجان زد
نہ گنجد در قلم وصفِ کمالش ۔ کہ ہر یک ذرہ وصفش بر زبان زد
سفر کرد او چو بالائے افلاک ۔ جہاں را دل شکست و در فغان زد
چو جستم سال تاریخ وصالش ۔ بدم ایں مصرعِ ہاتف بر جہاں زد
کہ سال نقل آں شاہ ولایت ۔ قدم مردانہ فوق لا مکان زد

در بیان بعضی سخنان آن مخدوم قدس سرہ

بیشتر اوقات در استغراق مے گذاشت و از احوال خویش بہ کسے اطلاع

کم سیداد و با خلق صحبت نداشت جلال کمال الٰہی که بر جبین جمال آگاہش مے تافت ہر که دیدار پُرانوارش میدیدی ہیبت کامل بر دلش مستولی شدی و با حق سُبحانہٗ تعالیٰ قرابتی داشت که ہر چه بزبان گفتے حق تعالیٰ مطابق آن بظہور آوردی حکم او ناطق بود و فرمانش در عالم رواں قوتی داشت که در انبیائے روزگار ہیچ یکے راہمسری دی بخیال محال بودی از اقوال اُوست که فرمود تصرف امر من در عوالم اجنہ و حوش و طیور و سباع البہائم و حشرات الارض و جمیع حیوان از جنس درندگان و گزندگان و سکان البیوت و جمیع آدمیان است و دلیل صدق کلامش که سراپا راست و درست بود یکے اینست که بدرگاه عرش اشتباه دی کژدم و مار بسیار بر مے آیند و ہر که ساعی آں گردد که نیش کژدم یا دندان مار چون خار بعضو او خلد تعریف نافذ او که در جانہا تاثیر تمام دارد آں کژدم و مار لذایذاء دی سر توجه بگریبان کریز لوشند و نیشی خود از جانب وی بگردانند اگر کسے گژدمے را از وصل خاک پاک در گاہش جدا کند و دست بر نیشش ساید گزند نیش بجانش چنان آمد که یک دم بآرام نیاساید و تیری از نسل شیرانی که در دامن کوه پاسبان صومعه بتر که مخدوم بودند اکثر اوقات بدرگاہش آستانه بوس میکند نقل است که سُلطان فیروز شاه بادشاه بملازمت مخدوم رفت و التماس کرد که مرا دستگیر شوند اراده بیعت دارم مخدوم فرمود سلطنت بگذار و قدم در راه فقر در آر محالست که با توجه تمام که در سلطنت داری تخم عشق در دل کاری و مرد یکدله را دو دل گشتن از ہر طرف گذشتن است سلطان گفت امید آورده را محروم گذاشتن لائق بادشاہان دو عالم نیست فرمود که مخدوم جہانیان از ملتان بدہلی خواہد آمد دست دی گیر که نصیب تو خدا بوئی پرده بادشاه بدہلی بازگشت

مخدوم جہانیاں قدس سرہ بعد چندی آمد و او را بہ بیعت قبول کرد **نقل است**
کہ مخدوم چون اول بار بامروہہ آمد بر تودہ ریگ باستاد و گفت درینجا
بوئے یگانگت می آید این تودہ را واکنید بموجب امر ریگ آنجا واکردند قبری
بر آمد در مراقبہ فرو برود در عالم سکر رفت چون بصحو باز آمد فرمود کہ درین قبر
قطب العالم سید عبد العزیز قدس سرہ کہ یکے از خلفاء شیخ ماست مدفونست
بطریق سیر درینجا رسیدہ بقضائے الٰہی شربت اجل چشیدہ سید قدس سرہ
صاحب مقامات عالی است و کرامات کاملہ وارد آنچہ کسیرا در دو ماہ از من
حاصل شود درینجا بچہل روز حاصل آید ہر چند سید مز، بولایت این دیار مامور
نیست اما ہر کہ زیارت ما آید زیارت سید را مقدم خواہد داشت **نقل است**
کہ مردم با مخدوم قدس سرہٗ سوال کردند کہ ہر شہر و آبادی را حصاریست کہ
محافظت وی از آفات زمانہ در پناہ آن حصار میتواند شد و در امروہہ حصار
نیست دعا فرمایند تا اینجا ہم حصاری بنا شود فرمود کہ حصار این مقام منم،
حق تعالیٰ اینجاہ را کہ در پناہ خود خواہد داشت **مناقب** او بیشمار اند یکے
از مناقب او انیست مردے از ہوا خواہان مخدوم خواست کہ چندی بدرگاہ
او پناہ گرفتہ بنام خدا مشغول شود در ینجا عزلت گرفت چون نیم شب رفتی
خواب برو مستولی شدی ہر چند خواستی کہ خواب نہ کند تا فجر بیدار ماند نتوانستے
بملکوت عالیہ وی قدس سرہٗ استغاثت خواست کہ بوجہی توجہ فرمایند تا زود تر
از خواب بیدار شوم چون نیم شب در آمد خواب برو غلبہ کرد پہلو بزمین بردہ
بخوابید ساعتی نگذشت کہ موشے بیامد و دامنش گرفت و کشید و بیدار کرد باز
تا فجر خواب نیامد لقبراست دریافت کہ این موشی بامر مخدوم این کار کردہ بعد
ازاں ہر شب متواتر ہمیں ماجرا ورک کردی تا یک ماہ تمام شبی در مستی خواب

شیر مس بیہوش بود چون موش دامنش کشید ناخوش شد و دست برآں موش زد
ازاں شب باز آن موش نزدیک او نماید ہر چند ازیں معنی غم مے خورد و حیلہ
درمیان می آورد سودی نداشت مخدوم قدس سرہٗ در علوم ظاہری و باطنی کمال
داشت و شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم ثابت داشت ذیح سنتی را
فرو نگذاشت مخدوم را قدس سرہٗ چہار خلیفہ صاحب کمال بودند و حین حیات
بخلفاء خویش فرمودہ کہ دست از اجراء سلسلہ بازدارند کہ در لوح محفوظ سلسلہ
ما انقطاع گرفتہ اول خلیفہ میر سید محمد ابدال ابن میر سید عبدالعزیز ابن مخدوم
قدس سرہٗ بود صاحب ریاضات شاقہ بود کشف و کرامات کامل داشت اکثر
بر شیر سوار شدی و در صحراہا میگشتے و گمراہان را ہدایت کردی و ہر جا کہ کسے اور
با خلاص بالطریق استمداد یاد آوردی حاضر شدی و طعام نخوردی در قدر شیر
اکتفا کردی از وقتیکہ مخدوم اُو را منع بیعت کرد دست از بیعت مردم بازداشت
و ہر چہ تبرک مخدوم از جبہ و دستار و نعلین و امثال آنہا میداشت بکسے نگذاشت
وقت وفات بیاران وصیت کرد و گفت کہ ایں تبرک جد مرا ہمراہ من در گور نہند
ہمچناں کردند بتاریخ ہفدہم ربیع الاول ۸۷۳ھ وفات یافت قبر وی در
امروہہ بالائی مزار مخدوم است مائل بغرب **خلیفہ دوم** شیخ عبداللطیف
است لقب وی قاضی است مقام عالی داشت صاحب کرامت بود خارق عادت
او شیر ماندہ یکے از خوارق اوست چون وفات یافت ہم دراں قصبہ بفاصلہ
یک پرتاب تیر از درگاہ مخدوم او را دفن کردند و زدی در آمد بنیم شب گورش
کندید چوں نزدیک رسید کہ دست بکفن دراز کند و بکش لاش آن بیدار باطن
بظاہر بیدار شدہ و دست و زو در دست گرفت و بخفت آں دزد از دہشت
بمرد چوں روز برآمد مردم جمع آمدند و ایں ماجرا معائنہ کردند و دزد را از دست و اخلاص

کردند و قبرش را ترتیب وادند آوازی از قبر شنیدند که این قدر را پائیں ما دفن کنند و ہر کہ بزیارت ما آید اول زیارت وی کند کہ دست دی گرفتہ ام ہمانجا دفن کردند

خلیفہ سوم شیخ معین الدین سرہٗ قدوۃ العارفین قاضی حمید الدین ناگوری لیست قدس اللہ سرہما کامل وقت از نشوونما عبرتے داشت چوں ایام وصال قریب رسید گفت کہ قرار من در امروہہ بہتر کہ مزار مرا جوار اقدام اکرام مخدوم رضوان اللہ علیہ والاکرام درآنجا حاصل است و دوری او ہرچند موجب استبعاد زیارت دو فوائد است لیکن قرب او سراپا نور و حضور است قبر وی پائیں مخدوم است خلیفہ چہارم شیخ نظام الدین بود نسب او بحضرت عباس رضی اللہ عنہ میپیوندد بجانب ملتان سکونت اختیار کردہ گویند کہ او سلسلہ جاری نمود اما عدم ظہور اثر سلسلہ دی دلیل صحت امر مخدوم است قدس سرہٗ و صدق قول مخدوم موجب عدم ظہور اثر آں سلسلہ و سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ ابن میر سید میر علی این مخدوم قدس سرہ قطب وقت بود چوں او را عشق الٰہی غلبہ کرد بخدمت مخدوم عرض داشتہ کہ مرا مرید کنند و تلقین فرمایند ۔ مخدوم قدس سرہ فرمود کہ نصیب شما در خاندان چشت است بموجب امر مخدوم در خدمت مخدوم شیخ علاؤ الحق قدس سرہٗ العزیز پیوست و ارادہ آورد و چہل سال خدمت شیخ کردہ و خلافت یافت بعد وفات شیخ امروہہ رسید و چند سال بہ عبادت خدائے تعالیٰ گذرانیدا ناگاہ وصال کرد و بتاریخ ششم ربیع الاول سنہ قبر وی پائیں قرار مخدوم است از خوارق وی گویند کہ چوں قریب امروہہ رسید نہری جاری دید زنی گفت کہ پائی در دریا گذارد و الا مثنوی غرق آب عمیق بود شوی گفت کہ تا قیامت این نہر متصل قصبہ با خشک ماند بجبر و سخن آب آن نہر خشک شد و آوازی بگذشت و تا حال آن نہر نزدیک قصبہ خشک است اگرچہ بیشتر عمیق میرد **خداوندا** مجلبی کہ مرا جناب فیض مآب

قبلہ دینی و دنیوی مخدوم صاحب است قدس اللہ سرہٗ العزیز اگر مجاز است حقیقت گرداں و لطف آں کعبہ یقینی را کہ برماست اگر بخیالست نقد حال گرداں بحرمت النبی و آلہ الامجاد تمام شد۔ ذکر فضائل مخدوم جناب سید شرف الدین شاہ ولایت صاحب قدس سرہٗ العزیز حسب فرمائش سید علی احمد ولد سید کریم اللہ ساکن امروہہ بدست خط ناقص نمط سید محمد محسن بقلم رواں جہت زخم انگشت وسطی و تاکید سید صاحب مذکور راز مقام کول ضلع علی گڑھ

مثنوی "سرّ العارفین" (ذکر الکاملین)

حالاتِ سید حسین شرف الدین شاہِ ولایتؒ

نام اس معبود کا ہے کبریا
جس نے یہ پیدا کئے ارض و سما

خلق کے عیبوں کا پردہ دار ہے
کیوں نہ ہو غفار بھی ستار ہے

ہے وہ واحد لاشریک و لازوال
اور وہ قیوم ہے اور بے مثال

ذات کو اس کی ہمیشہ ہے بقا
اس کے قابو میں بقا ہے اور فنا

ہے قدیمی ذات اس کی لاکلام
قائم و دائم رہے گا وہ مدام

جنت و دوزخ زمین و آسماں
اسکی قدرت سے ہوئے یہ سب عیاں

ہیں بلند اس نے کئے چرخ بریں
ہرگز اس کی حمد کا یارا نہیں

حکم سے جس کے بنے ساتوں فلک
جس نے قدرت سے کئے پیدا ملک

شک نہیں اس میں کہ اس کو ہے بقا
دم میں وہ چاہے کرے سب کو فنا

چاہے جس ادنیٰ کو وہ اعلیٰ کرے
ذرے کو خورشید پہ بالا کرے

ناتواں کو دیتا ہے تاب و تواں
کاہ کو چاہے کرے کوہِ گراں

جس کسی کو چاہے شاہی بخش دے
قہر جس پہ ہو تو دم میں چھین لے

انبیاء اور اوصیاء اور اولیاء
سب ہیں اس معبود کے در کے گدا

جتنے گذرے صاحب معجز نما — سب کو رتبہ اس کے ہے در سے ملا
ہو ثنا حق کی بشر سے کب بیاں — اس کی قدرت ہے ہر یک شئے سے عیاں
غور کی جا ہے کہ جو قیوم ہو — حمد اس کی کب بھلا مرقوم ہو
حمد میں حق کی زباں گویا ہو کیا — رزق پہنچاتا ہے سب کو بر ملا
گر سرا ہر موئے تن ہوئے زباں — حمد حق ہر گز نہ ہووے گی بیاں
میں تو کیا گر بال و پر ہر جسم کے — ہوں زباں وہ قدرت اللہ سے
ہو قلم ہر شاخ اشجار زماں — اور بنے فرد بن زمین و آسماں
ہوں سیاہی سارے دریائے رواں — اور لکھیں کچھ وصف رب دو جہاں
ریگ صحرا ذرّہ ہائے بحر و بر — اور نباتات جہاں ہوں جمع گر
ہر در و دیوار اور ابر و ہوا — یہ بھی ہوں مصروف در حمد خدا
چاند سورج اور سیارے فلک — جمع ہوں گر دوزخ و جنت تلک
عرش و کرسی حور و غلمان و بشر — جمع ہوں جن و پری بھی سب اگر
وحش و طیر و مور و ماہی جز و کل — کوہ دریا اور برگ و خار و گل
ہو کے باہم تا قیامت سب کے سب — ایک دل ہو کر کریں یہ حمد رب
اس میں ناصر شک نہیں ہر گز ذرا — حمد رب کی کچھ نہ ہو تب بھی ادا
ہے یہ ناصر قول مردانِ خدا — حمد رب ہر گز نہ ہو ذرہ ادا
بعد حمد پاک رب العالمین — لکھ تو ناصر نعت ختم المرسلین

نعت حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین شافع روز جزا

جناب محمد مصطفےٰ رسولِ مقبول خدا مختار بارگاہِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصطفےٰ کی نعت کب تحریر ہو — وصف میں اُن کی نہ کچھ تقریر ہو
شافع محشر ہو تم یا مصطفےٰ — ہو تمہیں سر تاج جملہ انبیاء

یا نبیؐ تم صاحبِ معراج ہو　　سب رسولوں کے تمہیں سرتاج ہو
آپ کو حق نے بلایا عرش پر　　لے گئے جبریل تم کو آن کر
ایسا رتبہ کس نبیؐ کو ہے ملا　　مرتبہ جیسا تمہیں حق نے دیا
آپ ہیں فخرِ رسولانِ بحق　　آپ ہیں موصوفِ قرآن بحق
کس بشر کو ایسی طاقت ہے بھلا　　جو لکھے اک شمہ احمد کی ثنا
اس کو روزِ حشر سے کیا باک ہو　　جس کا حامی صاحبِ لولاک ہو
کب بیاں ہو نعتِ فخر الانبیاءؐ　　لکھ تو ناصرؔ مدحِ شاہِ اولیا

بیان در مدح جناب امیر المومنین افسرِ جملہ اولیا شیرِ خدا وصیؐ داماد جناب محمد مصطفےٰ امام الکونین حامیٔ دارین شافعِ روزِ محشر فاتح قلعۂ خیبر غالب علی کل غالب حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

نام ہے جس کا علیؑ عالی نسب　　حیدرِ کرار ہے جس کا لقب
وہ وصیؑ احمدِ مختار ہے　　اوصیا کا سید و سردار ہے
پائی زوجہ فاطمہؑ سی پارسا　　آپ فخرِ اولیا و انبیا
آپ حل کرتے ہیں سب کی مشکلات　　کس بشر سے آپ کے ہوویں صفات
معجزے لاکھوں دکھائے آپ نے　　بارہا مردے جلائے آپ نے
ان کی ہیں اولاد میں گیارہ امام　　ذکر ان کا دل سے رکھ ناصرؔ مدام
دینِ حق نے ان سے پایا انتظام　　ہیں یہ سب معصوم اور ہیں سب امام
نورِ چشمِ مرتضےٰ حضرت حسنؑ　　بعد ازاں حضرت حسینؑ پر محن
بعد ان کے حضرت زین العبادؑ　　چارمی معصوم ہیں یہ خوش نہاد
بعد ازیں باقرؑ امامِ دیں پناہ　　پھر امام جعفرؑ صادق ہیں شاہ
موسیٰؑ کاظم بعد ازاں موسیٰؑ رضا　　بعد ان کے ہیں تقیؑ با لقا

بعد ازاں حضرتِ نقیؑ بدر کمال / بعد ان کے عسکریؑ نیکو خصال
بعد ازاں مہدیؑ ہادیِ دیں پناہ / صاحب الامر اور امام بادشاہ
سب کے سب یارو یہی بارہ امام / مومنوں کے حشر میں آویں گے کام
دن قیامت کے تولّے نیکو صفات / پیروی سے ان کی پائے کا نجات

بیان سبب تالیف ایں قصہ احسن مسمی بذکر الکاملین کہ روایات ایں قصہ ہائے بعبارت نثر بود ایں احقر العباد سید محمد ناصر علی ساکن امروہہ بخواہش محبان و دوستان دلی در سلک نظم آوردہ منظوم ساخت

میں ہوں ایک ادنیٰ غلامانِ علیؑ / ہاتھ میں میرے ہے دامانِ علیؑ
میری ہر خواہش اسی در سے ملی / ہوں میں سید نام ہے ناصر علی
ذرہ ہوں کمتر ہوں اور ناچیز ہوں / میری امروہہ میں ہے جائے سکوں
اور محلہ کا بھی دیتا ہوں نشاں / خاص میرا پچڈرہ پر ہے مکان
نام والد بحر میں آتا نہیں / پھر نہ لکھنا بھی مجھے بھاتا نہیں
میں نے لکھا ہے اسے اس طور پر / تاکہ جلدی سے سمجھ لے ہر بشر
طرز نو سے نام نامی کو سنو / تین کلمہ ہیں جدا باہم کرو
اول اسدؔ ہے بعد اس کے حسینؑ / اس کے آگے بخش ہے بازیب و زین
سید عالی نسب جاگیردار / صاحبِ اوقات تھے وہ باوقار
پاک مومن صاف دل نیکو شعار / عابد و زاہد قبولِ کردگار
نسل میں شاہِ ولایت کی ہیں آپ / صاحبو استاد ہیں اور میرے باپ
ایک مدت سے میں رکھتا تھا خیال / نظم اردو میں کروں میں کوئی حال
راست ہوئے بسکہ وہ حال لطیف / طعنہ زن ہوئے نہ تا کوئی حریف
میرے احباب نیکو نے یہ کہا / نظم کر کچھ حال جدِ پاک کا

ہیں کراماتیں بہت ان کی عیاں — لکھ گئے ہیں نیک بانیکو بیاں
پر کسی نے نظم میں لکھا نہیں — نثر ہے لیکن مروج ہر کہیں
لکھ تو اب شاہِ ولایت کی صفات — یادگاری تا رہے بعد از وفات
قصہ لکھ ایسا کہ ہوئے بے نظیر — جس میں ہو ذکر بزرگان کبیر
ایسا لکھ قصہ کہ خوب اسلوب ہو — جو ہر اک کی طبع کو مرغوب ہو
حسب منشائے محبان ولی — نظم میں لکھتا ہے اب ناصر علی
مختصر احوال حضرت کا لکھا — گو کراماتیں بہت ہیں برملا
یہ کیا جو نظم از فضل ودود — پڑھ نبی اور آل پر ان کے درود

بیان مدح وتوصیف خلاصہ احوال جناب عمدۃ الزاہدین زبدۃ العارفین جناب سید شرف الدین صاحب کشف وکرامت ملقب بشاہِ ولایت معہ حالات ضروری

آبرو چاہے سخن کی گر دلا — مدح خواں ہو شاہِ شرف الدین کا
اولیائے حق میں ہیں یہ منتخب — ابتدا سے ان پہ ہیں افضال رب
سید عالی نسب والا حسب — ایسے والا خانداں ہوتے ہیں کب
ہیں یہ عبد خاص مقبول خدا — آپ کو حق نے دیا رتبہ بڑا
نام پاک ان کا جو شرف الدین ہے — اس لئے سب ان کا نیک آئین ہے
آپ ہیں از خاصگان کبریا — عبد نیکو کار مقبول خدا
صاحب کشف وکرامت ہیں حضور — اور ولی باشہادت ہیں حضور
آپ کا شاہِ ولایت ہے خطاب — یہ ولی اللہ ہیں عالی جناب
رتبہ میں کامل ہیں یہ عالی وقار — خاص امروہہ میں ہے ان کا مزار
گنگ سے تا سنگ یعنی کوہ تک — ہے ولایت ان کی بے وسواس وشک
عابد وزاہد ہیں صابر اور عفیف — آج تک کوئی نہیں ان کا ردیف
تھے شہاب الدین دئی خوش خصال — سہروردی تھے ملقب باکمال

ان کے ہیں شاگرد یہ عالی جناب
ان سے ہے پائی یہ دولت بے حساب

شاہِ شرف الدین شہاب الدین نے
فارغ التحصیل جس دم ہو چکے

تھا جو منظور جناب کبریا
ہند میں نسل ان کی ہووے ایک جا

جب انہیں حاصل ہوا فضل و کمال
تب ہوئی ملہم ز سمت ذوالجلال

آ نبیرہ تم ہو جہاں پر ایک جا
لاویں دعوت میں تمہیں اہل ولا

تم وہاں ہونا سدا مسکن گزیں
حشر تک ہو اس انگوٹھی کے نگیں

جس گھڑی پایا یہ حکم کردگار
چھوڑنا گھر کا ہوا دل کو گوار

احتیاطاً پوچھا پھر استاد سے
یا دلی اب کیا اجازت ہے مجھے

تب کہا ان سے شہاب الدین نے
صاحب عرفاں اس اہل دین نے

ماہی رو ہو جس جا کھائیو
وہ ولایت اپنی تم ٹھہرائیو

تب شہاب الدین نے یوں بھی کہا
حسب الہام ان کا فرمانا ہوا

ان کا مولد شہر واسطہ ہے وے
مسکن اپنا چھوڑ کر گھر سے چلے

ہند کا گوشہ دبایا آن کر
فقر کا جلوہ دکھایا آن کر

ان کے عظمت نے عجب پایا ظہور
اس سے واقف ہے ہر ایک نزدیک و دور

صاحب عرفان و زہد و اتقاء
کم ہیں ایسے اولیا و پارسا

ان کی عرفاں اور مقامات اور ولا
حشر تک قائم رہیں گے برملا

آپ کا یاں مرقد پُر نور ہے
نور عرفاں سے بہت معمور ہے

ثانیٔ جنت ہے اس کی وہ جا
ہے نمونہ خلد کا راحت فزا

جو کہ مرقد کی زیارت کو گیا
ہو گیا حاصل سب اس کا مدعا

مبتلائے درد و غم جو جاتے ہیں
روتے تو جاتے ہیں ہنستے آتے ہیں

جس نے کی دو چار دن اس جا دعا
اس کا حاصل ہو گیا سب مدعا

ہے کنواں درگاہِ عالی کا جو وان
کوثر و تسنیم و زمزم ہیں رواں

آب شیریں اور صافی اور سرد
ہوتا ہے پینے سے اس کے دور درد

کیا لکھوں میں وہاں کے پانی کی ثنا — دائماً ہے وہ مریضوں کی دوا
واں کے پانی میں بڑی تاثیر ہے — جانتا اس کو جوان و پیر ہے
منزلوں سے لوگ کوزے لاتے ہیں — پانی وہ بہر شفا لے جاتے ہیں
الغرض وہ آب ہے آب حیات — کب بھلا تحریر ہوں اس کی صفات
سانپ بچھو کنکھجورے کیا مجال — کاٹتے کب ہیں بحکم ذوالجلال
واں کے کژدم ہاتھ میں لیتے ہیں سب — نیش زن ہوتا نہیں وہ پر غضب
گرگ سے بھی دکھ کوئی پاتا نہیں — شیر یاں پر رنج دکھلاتا نہیں
کچھ درخت آئے جو تھے ہمراہ میں — آج تک سرسبز ہیں درگاہ میں
گھوڑا ان کے ساتھ تھا دیوار کا — تھی وہ ایک دیوار یا رہوار تھا
اس طرح چلتا تھا وہ فرخ نشاں — پہلے اس سے پہنچے کب وہم وگماں
چال میں ایسا تھا وہ قدرت مآب — اپنا دنیا میں نہ رکھتا تھا جواب
کیا لکھوں میں کیا وہ خوش رفتار تھا — سایہ بھی ہمراہ میں لاچار تھا
گھوڑا حضرت کا جو تھا وہ خوشخرام — یعنی سواری میں رہتا تھا مدام
دیکھ لو اب تک وہ نزدیک مزار — مثل گھوڑا ہے کھڑی پختہ دیوار
فیض ہے ہر قوم کو اُن سے مدام — قبہ بوسی کرتے ہیں سب خاص وعام
اتفاقاً کوئی آفت یا بلا — آوے امروہہ پر شاید برملا
اُن کی برکت سے خدا دیتا ہے ٹال — جانتا ہے اس کو ہر اہل کمال

بیان احوال تشریف آوری جناب شرف الدین از ولایت شہر واسطہ وقتیکہ نام این مقام قصبہ عزیز پور بود و بسبب ہمراہ خوردن انبہ ماہی روہو بدعوت ازیں باعث آں حضرت نام این مقام نہادند و معہ دیگر حالات

جب وطن کو ہند سے راہی ہوئے — یہ ارادہ اپنے دل میں تھے کئے

یعنی جو استاد نے فرما دیا　　حکم وہ لاریب لاؤں گا بجا
تھا تجسس یہ کہ وہ جاگہ ملے　　دل میں پختہ کر کے یہ نیت چلے
واں سے آیا جس گھڑی وہ نیک نام　　اور کیلے یاں آن کر اپنا مقام
بیٹھتے ہی یہ کہا اے حق کا نام　　ہم کو خوش آیا نہایت یہ مقام
ہے مجھے الفت یہاں کی خاک سے　　اور یقیں ہے اس خدائے پاک سے
ہو گی اب میری یہاں پر بود و باش　　ہو نہ شاید اور جاگہ کی تلاش
تھا عزیزا اور پور ملک اس کا نام　　کفر سے پُر تھا نہایت یہ مقام
پھر کہا دل سے وہی پیش آئے ہے　　ملہم غیبی نے جو فرمایا ہے
حکمراں تھا اُن دنوں یاں پر لگا　　ساسا چندن نام اس راجہ کا تھا
وہ مطیع شاہِ دہلی تھا سدا　　اور خراج اس تاج ور کو دیتا تھا
قلعہ اس کا تھا جو پختہ خشت کا　　منہدم اب ہر طرف سے ہو گیا
صاحب لشکر تھا جو بت خانہ تھا　　اہل دولت تھا بڑا کاشانہ تھا

بیان احوال دو شیروں کا اور کھانا دعوت کا ایک بھٹیارے کے گھر

اب سنو احوال اک حیرت فزا　　جس کے سننے سے تعجب ہو بڑا
تھا مسافر خانہ بھی یاں ایک جا　　گھر بھی اس میں ایک بھٹیاری کا تھا
اس کے دروازے کے آگے ایک جا　　بیٹھے حضرت واں مصلے کو بچھا
آپ جس جا پر ہوئے رونق فزا　　ہو گئی وہ جا پر از نورِ خدا
اتفاقاً دن جو تھا آخر ہوا　　شام کو گھر اپنے بیٹھا رہ گیا
دیکھتا کیا ہے وہاں وہ مرد پیر　　بیٹھا ہے دروازے کے آگے فقیر
بیٹھا سجادہ پہ ہے اک مردِ فرد　　طاعت معبود میں ہے نیک مرد
ایسا مہماں دیکھ کر خوش دل ہوا　　بہر تسلیمات وہ جا کر جھکا
رعب کے مارے نہ واں کچھ کہہ سکا　　آ کے اپنی بی بی سے ظاہر کیا

تھا سخی دل اس سے جا کر یہ کہا ۔۔۔ اک فقیر محتشم یہاں آگیا
اس کی خدمت ہم کو کرنی ہے ضرور ۔۔۔ دیکھو ان کے چہرے سے تاباں ہے نور
اس کی بی بی تھی نہایت نیک خو ۔۔۔ ہو گئی خوش سنتے ہی تقریر شو
ایسا موسم تھا بہار انبہ کی تھی ۔۔۔ اس کے گھر تھی پال انبہ کی رکھی
کھانا جب تیار اس کے گھر ہوا ۔۔۔ اس نے تب شوہر سے اپنے یوں کہا
کھانا اب تیار ہے تم لے کے جاؤ ۔۔۔ پہلے ان حضرت کو تم کھانا کھلاؤ
بعد ازاں تم آ کے کھانا کھائیو ۔۔۔ ان کو تم تعظیم سے بٹھلائیو
سن کے وہ زوجہ کا اپنی یہ بیاں ۔۔۔ اس طرح اس نے کیا تیار خواں
پال کی اور ڈال کی ہر قسم کی ۔۔۔ آنبہ اس کے گھر رکھی موجود تھی
روہو مچھلی نان و آنبہ خوش مزہ ۔۔۔ سرخ و سبز و زرد اور خوش ذائقہ
ماحضر جو کچھ تھا اور اس کے سوا ۔۔۔ اس نے لے کر خوان میں وہ بھی رکھا
واسطے حضرت کے اس دم وہ جواں ۔۔۔ کر کے فوراً کھانے کا تیار خواں
روہو مچھلی نان و آنبہ اس میں تھا ۔۔۔ خوان وہ اس نے اٹھا سر پر رکھا
الغرض وہ مرد با قلب صفا ۔۔۔ باادب اس خوان کو لے کر چلا
جبکہ پہنچا در تک اپنے وہ جواں ۔۔۔ ماجرا اس نے نیا دیکھا وہاں
دیکھتا کیا ہے وہ مرد اہل دیں ۔۔۔ بیٹھے ہیں دو شیر حضرت کے قریں
ہے نشست ان کی نہایت باادب ۔۔۔ سر جھکائے آپ ہیں مشغول رب
یعنی حضرت ہیں وظیفہ پڑھ رہے ۔۔۔ دیکھ کر یہ ہوش اس کے اڑ گئے
تب یہ بھٹیالے سے حضرت نے کہا ۔۔۔ ڈر سے ان شیروں کے تو کیوں ہے رکا
اتنا ان سے اے جواں ڈرتا ہے کیوں ۔۔۔ ہو نہ ان سے کچھ ذرا فعل زبوں
دونوں سگ چوکی مری دیتے ہیں یہ ۔۔۔ تابع فرماں مرے رہتے ہیں یہ
لایا ہے جو کچھ وہ لے آ اپنا خواں ۔۔۔ خوف کا دل میں نہ کر مطلق گماں

سنتے ہی حکم ان کا وہ لایا بجا
رو برو حضرت کے وہ کھانا رکھا

عرض کی پھر ہاتھ اپنے باندھ کے
نوش جاں کھانا یہ اب فرمائیے

یا حضرت جو کچھ تھا از قسم طعام
واسطے حضرت کے لایا ہے غلام

رو ہو مچھلی بھی ہے اور ہے آنبہ بھی
سامنے حضرت کے اس جا ہے رکھی

حمد اس معبود کی کر کے ادا
لقمہ اس کھانے کا اک منہ میں رکھا

ساتھ اس لقمہ کے انبہ ایک لے
چوسا حضرت نے نہایت شوق سے

کھا کے کھانا پھر کیا شکر خدا
رکعتیں دو شکر کی لائے بجا

جب فراغت پا چکے پڑھ کر نماز
یہ دعا کی حق سے با عجز و نیاز

تو نے یا رب یہ ولایت مجھ کو دی
یعنی اس بستی کا ہوں گا میں ولی

تو نے بخشی یہ ولایت اے کریم
قطب یاں کا مجھ کو فرمایا رحیم

ہووے میری نسل یہاں آباد و شاد
دور ان کے قلب سے رکھنا فساد

کی جو حضرت نے خدا سے یہ دعا
ہو گئی فوراً قبول کبریا

آنبہ رو ہو حسب وعدہ جو ملا
اس لئے نام اس کا امرو بہہ رکھا

نام اس کا تا قیامت ہو گیا
دفتروں میں بادشاہوں کے لکھا

پھر عصا مارا زمیں پر اور کہا
گڑ زمیں میں تا قیامت اے عصا

بس یہ فرماتے ہی فوراً وہ عصا
آپ کے دست مبارک میں جو تھا

ہاتھ سے حضرت کے ہوتے ہی جدا
وہ زمیں میں گرتے ہی غائب ہوا

وہ جو مارا تھا عصا سیدھا کھڑا
پہنچا وہ تحت الثرا ایسا گڑا

کہتے ہیں وہ تھا زبر جد کا عصا
دستہ اس کا تھا عقیق سرخ کا

اس جگہ کی بھی بڑی تعظیم ہے
روبرو سب کے بڑی تکریم ہے

یہ کرامت ہو گئی جب مشتہر
ہو گئے سب خاص و عام اس سے باخبر

یعنی آیا یاں شہ نیکو خصال
اس کو خالق نے دیا ہے ہر کمال

شیر دو چوکی میں رہتے ہیں مدام
رات بھر رہتے ہیں وہ از وقت شام

پنجشنبہ کو غرض آتے ہیں جب / جاتے ہیں آپ کے خادم سب
اور بھی ان کی کراماتیں ہیں عام / طول ہو جائے اگر لکھوں تمام

بیان اطلاع یافتن سید نصیر الدین قطب این قصہ از ورود جناب سید شرف الدین یعنی از تشریف آوری حضرت وگراں شدن و رنج کردن و مباحثہ ساختن باہمدگر ہر دو کاملین و معہ حالات ضروری

اور نیا لکھتا ہوں اب میں ماجرا / بعد اس واقع کے جو واقع ہوا
آپ جب تشریف یاں لائے تھے / تھے نصیر الدین قطب اس ملک کے
اہل عظمت سید اور زاہد بڑے / جائے پیدائش میں تھے وہ غور کے
ان پہ جب ظاہر ہوا یہ ماجرا / دونوں ان شیروں کا اور حالِ عصا
جس کا چاروں سمت برپا شور ہے / یہ کرامت میں برابر زور ہے
تب کہا سید نصیر الدین نے / ملک چھینا شاہ باتمکین نے
جو کرے دریافت حد اس ملک کے / گنگ سے تا سنگ اس کی حد ہوئی
تب نصیر الدین نے بہر امتحان / تا نہ ہو جائیں وہ حضرت بدگماں
ان کا آنا بسکہ دل پر تھا گراں / اپنے خادم کو بلا کر تب وہاں
یہ کہا تو پاس ان حضرت کے جا / اور مودب ہو کے اپنا سر جھکا
تجھ کو دیتا ہوں بھرا پانی کا جام / دیجئے ان کو یہ اس میں اک پیام
پہلے کہنا ان سے تو میرا سلام / بعد ازاں پھر دینا یہ پانی کا جام
رمز تھی در پردہ یعنی یاں فقیر / ہیں بہت عمدہ نہایت بے نظیر
ہیں بھرے اس شکل سے اے با شعور / تم کو اس دریا سے مشکل ہے عبور
آپ کا اس جا نہیں موقع مقام / اور بستی میں کہیں کیجے قیام
آپ کا رہنا نہ یاں منظور ہے / کاملوں سے خطہ یہ معمور ہے

آپ کو آیا جو وہ جام و پیام — پھول اس پر رکھ کے کہہ بھیجا سلام
اس میں پنہاں رمز یہ حضرت کی تھی — پھول ہے بھاری نہ پانی کو کبھی
بس یہی تھی رمز شرف الدین کی — مثل گل پانی پہ تیروں اے ولی
میں اسی صورت کروں گا یاں مقام — مجھ سے راحت پائیں گے سب خاص و عام
کچھ نہ ایذا مجھ سے خلقت پائے گی — تم کو بھی سختی نہ کچھ پیش آئے گی
یعنی میں اس طور سے اس جا رہوں — تم تو کیا ادنیٰ کو بھی ایذا نہ دوں
آیا ان کے پاس واپس جبکہ جام — اور حامل کی زبانی یہ پیام
اس پیامی سے یہ سن کر ماجرا — بس جلال اس وقت ان کو آگیا
دفعتہً کف منہ سے بھی جاری ہوئے — اور اس خادم سے یوں کہنے لگے
جا کے کہہ دے ان سے یہ میرا پیام — ہوئے گا گر آپ کا اس جا قیام
ہوں گے کژدم آپ کی درگاہ میں — ہوں گے ہر سوراخ اور ہر راہ میں
ہر جگہ درگاہ سے ہوں گے عیاں — تا قیامت راست ہے میرا بیاں
آیا خادم لے کے جب ایسا پیام — در جواب اس کے یہ فرمایا کلام
جو نصیر الدین صاحب نے کہا — کہنا ان کا بھی یہ ہوئے بجا
تم نصیر الدیں سے جا کر یہ کہو — میں ہوں یاں موجود تم جب تک جیو
مطلقاً بچھو یہاں اے دردمند — وہ کسی کو بھی نہ دلویں گے گزند
حشر تک قائم رہے گا یہ عمل — قول میں میرے نہ ہوئے گا خلل
آپ خوب اس قول کو سمجھیں سدا — شہر میں گم ہو گا گر کوئی گدھا
گرد مرقد سے تمہارے وہ حمار — پائے گا گم گشتہ اپنے کو کمہار
تا قیامت یہ عمل جاری رہے — یوں خران گم کی وہاں باری ہے
لے کے پیغام آپ کا خادم گیا — سب نصیر الدین صاحب سے کہا
سوچ کر بولا یہ وہ صاحب سریر — وہ ہیں اعلیٰ میں ہوں اک ادنیٰ فقیر
راست ہے صاحب ولایت کی بات — قطب یاں کا ہے وہی عالی صفات

میرے مرقد پہ گدھے آویں گے جب — ہوں گے پیدا اور موت نے دبا دب
ہو چکے جب ختم یہ قال و مقال — تب نصیر الدین کو یہ آیا خیال
ان سے غالب ہوں مرا رتبہ نہیں — میں ہوں کمتر مجھ سے یہ برتر کہیں
ہے یہی منظورِ خلاقِ جہاں — مت بڑھو آگے ہوا سب امتحاں
میرا ساغر ہو چکا لبریز آہ — بس کوئی روزوں میں ہے جنت کی راہ

بیان صلح کردن سید نصیر الدین با سید شرف الدین و تہنیت دادن سید شرف الدین را بکرامت دار او سندن سید نصیر الدین از عہد و منصب خود

پھر نصیر الدین نے یہ مژدہ دیا — آپ کے رہنے سے میں راضی ہوا
یہ ولایت آپ کی ہے بس مدام — یاں کا اب تم سے ہی ہوگا انتظام
کہہ کے اس دم وہ فقیر با وقار — ہو گئے عہدے سے بس بے اختیار
دونوں درگاہوں میں ہاں حسب البیان — دو کراماتیں یہ اب تک ہیں عیاں
یعنی اس درگاہ میں عقرب جو ہیں — دخل کیا ایذا کسی آدم کو دیں
گر کوئی بگڑے ہے بہر امتحاں — حکم حق سے باز رکھتی ہے زباں
رات کو درگاہ میں از نصف شب — جا نہیں سکتا کوئی واقف ہیں سب
شیروں کو دیکھا ہے اکثر نے وہاں — راتوں کو رہتے ہیں اکثر بے گماں
کچھ نہیں اس قول میں میرے خلل — دیکھ لے گر کوئی نیکو عمل
بعد اس کے راویوں نے یوں لکھا — لکھتا ہوں اب میں بھی اس کو برملا

بیان کوہ کلاں بر تشریف لے جانا سید شرف الدین صاحب کشف و کرامت کا پاس اپنے استاد شہاب الدین کامل کے کہ مولد آنحضرت کا دور ولایت بہ شہر شوررود لود واسطے ملاقات کے

تھے شہاب الدین جو مرد اہل دیں — کوہ پر رہتے تھے وہ عزلت گزیں

اس جگہ صرف عبادت تھے حضور
وہ مقام نیک ہے مانند طور
نزد حق تھا رتبہ ان کا بس رفیع
وحشیانِ دشت تھے ان کے مطیع
چاہا شرف الدین واں جاؤں میں
پھر دوبارہ ان سے مل کر آؤں میں
ان شہاب الدین مرد آزاد سے
ملئے جا کر کوہ پر استاد سے
آپ اس دیوار کے رہوار پر
یعنی شرف الدین وہ عالی گوہر
ہو کے جب اسوار وہ اوپر چلے
ایک دم میں اس ولی سے جا ملے
کوہ پر جس دم ہوئے جلوہ کناں
کچھ دنوں مسکن گزینی کی وہاں
طاعت معبود سے تھا بسکہ ذوق
لے گیا کوہ کلاں پر دل کا شوق
جبکہ تھوڑے دن وہ مسکن ہو گیا
کوہ سارا رشک گلشن ہو گیا
ہو گئیں شایع یہ عادات صحیح
اور ہوئیں ظاہر کرامتیں صریح
حال کل گذرا ہوا جو طشت بام
تھا علانیہ زباں زد خاص و عام
یہ خبر مشہور ہر جانب ہوئی
واقف اس اسرار سے تھا ہر کوئی
جو جو حضرت سے کرامتیں ہوئیں
اور نصیر الدین سے جو باتیں ہوئیں

بیان تشریف فرما شدن بو علی قلندر ربانی پتی برائے ملاقات حضرت سید شرف الدین کہ مولد این حضرت لشہر واسطہ بود بر کوہ کلاں و کرامت گرفتن از شاہ شیخ بو علی قلندر یعنی از شیخ بو علی و شاہ شرف الدین و لفظ قلندر لقب موصوف بود مع حالات ضروری

اور عجائب اب سنو یہ ماجرا
راویانِ معتبر نے یوں لکھا
منکشف کرتا ہوں اسرار نہاں
صاف ہوئیں گی کرامتیں عیاں
بو علی شاہ قلندر تھے ولی
تھے محب احمد و مولا علی
مست رہتا تھا سدا وہ با وقار
اہل دنیا سے تھا ان کو ننگ و عار

تھا ولی اللہ کا وہ نیک نام — پانی پت کرنال بھی ان کا مقام
تارک دنیا تھے اور آزاد تھے — وہ نصیر الدین کے استاد تھے
تھا لقب ان کا عیاں شیخ شرف — شہرہ آفاق تھے چاروں طرف
ان پہ جب یاں کا ہوا مکشوف حال — آگیا قلب صفا میں یہ خیال
ہوں ملاقی جا کے شرف الدین سے — ہم سخن ہوں جا کے اہل دین کے
کوہ کی جانب ہوئے آخر رواں — تا کھلیں اس جا پہ اسرار نہاں
وہ رواں اس دم ہوئے جس حال سے — ہے بیاں مشکل حد اقوال سے
قطب سے ملنے چلے با کر و فر — بے لگام و زیں سواری شیر پر
رعب و ہیبت اور شوکت با صد جلال — جاتا ہے گھر سے قلندر بے سوال
ہاتھ میں کوڑے کی جا مار سیاہ — زہر تھا جس کا عجب قہر الٰہ
ایک روایت یوں بھی ہے مشہور عام — شیر تھا ایک ان کا اسپ خوش خرام
الغرض گھوڑا بھی تھا کوڑا بھی تھا — اور لب پر جاری تھا ذکر خدا
زیر کوہ آئے جس دم نیک نام — اور کیا پھر کوہ کے نیچے مقام
بو علی کا دیکھ کر یہ ماجرا — خادموں نے آپ سے آکر کہا
یعنی اس شوکت سے با حال جلی — آتے ہیں ملنے کو تم سے بو علی
سنتے ہی احوال یہ خادم سے کل — بس شگفتہ ہو گئے مانند گل
شاہ شرف الدین سنتے ہی یہ حال — پیشوائی کو چلے با صد جلال
ساتھ تھا دیوار کا جو راہوار — شاہ شرف الدین ہوئے اس پر سوار
ساتھ کی دیوار گھوڑا ہو گیا — اک شجر ہاتھوں میں کوڑا ہو گیا
چڑھ چلے وہ اپنی اس دیوار پر — جائے کوڑا ہاتھ میں لے اک شجر
آپ کی یہ شان و شوکت دیکھ کر — ہو گئے حیرت میں واں جن و بشر
آپ کو الہام سے مفہوم تھا — بو علی کا حال سب معلوم تھا
راہ میں ملتے تھے جس سے بو علی — اس کی عظمت چھین لیتے تھے سبھی

شاہ شرف الدین کو یہ معلوم تھا
بوعلی نے کی ہے اوروں سے دغا

جب ملے یہ دونوں باہم استوار
زور دکھلایا بہت پایانہ وار

چھین حضرت نے لیا ان کا کمال
ہوگیا خالی یہ شیخ خوشخصال

دست بوسی کرتے ہی حاصل کلام
سب کرامت ان کی لی اور سب مقام

اس میں مطلب تھا یہ شرف الدین کا
یہ بھی چکھیں رنج دینے کا مزہ

اس سبب سے یہ نصیحت ان کو دی
تا کسی کو دکھ نہ دیویں یہ کبھی

بوعلی سے تب یہ حضرت نے کہا
تم مرے مہمان ہوا ے باخدا

بیٹھئے سامان دعوت کا کروں
تم مسافر ہیں مقیم اس جا پہ ہوں

آؤ بیٹھو تم مرے مہمان ہو
کھائیو جو کچھ میسر نان ہو

شیخ نے آخر کو دعوت کی قبول
تاکہ سید ہوں نہ مجھ سے دل ملول

بوعلی صاحب کی عادت تھی یہی
روٹی کھاتے تھے وہ ماں کے ہاتھ کی

یہ کہا اس شرط پر کھاؤں گا میں
غیب سے روٹی کو منگواؤں گا میں

شاہ شرف الدین نے سن کر کلام
گوشت ہی پر کر دیا بس اختتام

جس جگہ بیٹھے تھے یہ عالی وقار
سامنے چرتے تھے آہو بیشمار

دیکھ کر حضرت نے خادم سے کہا
گلہ میں آہو جو ہے سب سے بڑا

اس کو جا کے حکم دے یہ برمحل
جلد تو اس دم مرے ہمراہ چل

شاہ شرف الدین بلاتے ہیں تجھے
بھیجا ہے تری طلب میں اب مجھے

مستعد ہو دیر مت کر مطلقا
جلد لا یہ حکم تو ان کا بجا

منتظر تھا خادم ان کے حکم کا
جا کے اس آہو سے اس نے یہ کہا

شاہ شرف الدین نے بھیجا ہے مجھے
جلد چل حضرت بلاتے ہیں تجھے

سنتے ہی آہو وہ گلہ سے چلا
گلہ سب پیچھے رواں اس کے ہوا

سب سے آگے تھا وہی آہو کلاں
روبرو حاضر ہوا بے نقد جاں

اس ہرن نے پہلے آ تسلیم کی
اس نے سید کی بڑی تعظیم کی

حکم میں حضرت کے آہو تھے تمام — سر جھکا سب نے کیا ان کو سلام
تب یہ خادم سے کہا اے خوش سیر — سب کو رخصت کر بڑے کو ذبح کر
گوشت کو اس کے چھڑا سب لیجیو — استخواں لوٹے نہ ایسا کیجیو
گلہ وہ خادم نے سب رخصت کیا — فوراً ان کا حکم وہ لایا بجا
حکم ذبح یعنی جس آہو کو تھا — بس وہی آہو ذبح اس نے کیا
ذبح سے جس دم فراغت پا چکا — کھال کو اس کی لگا کرنے جدا
کھال اس کی جب جدا وہ کر چکا — تب علیحدہ گوشت کو کرنے لگا
اتفاقاً یہ ہوئی اس سے خطا — ضرب ک ہڈی پہ پہنچی برملا
ران کی ہڈی شکستہ ہو گئی — اس خطا سے بس اسے ہیبت ہوئی
دست بستہ ہو کے پاس آقا کے آ — تب وہ خادم عرض یوں کرنے لگا
اتفاقاً ایک میری ضرب سے — ران کی ہڈی کے دو ٹکڑے ہوئے
یہ خطا کی یہ گناہ مجھ سے ہوا — عفو ہو بہر خدا میری خطا
میری حضرت یہ خطا ہوئے معاف — مثل آئینہ تھا دل حضرت کا صاف
عجز کی تقریر جب اس کی سنی — تب خطا اک دم میں اس کی بخش دی
اب سنو حضرت نے اس کا کیا کیا — لے کے اک پٹھا ہرا سا مونج کا
جوڑ ہڈی کا ملا کے بعد ازاں — زیر و بالا اس پہ رکھ دو تیلیاں
وصل کامل دے کے باندھا استوار — مونج کے پٹھے سے سن اے ہوشیار
استخواں اس کا یہ کھینچ اور مونج سے — آپ نے اس وقت باندھا کھینچ کے
استخواں اس کے علیحدہ تھے جو سب — وہ کئے پھر کھال کے اندر نصب
رکھ کے سب اعضا کو اندر کھال کے — پھر ملایا اس کے سر کو جسم سے
اپنی چادر اس پہ لے کے ڈال دی — اور دو رکعت نماز اس دم پڑھی
پڑھ چکے جس وقت وہ حضرت نماز — کر چکے سجدہ بھی حق کا بانیاز
قم باذن اللہ جب منہ سے کہا — تب ہرن فوراً وہ زندہ ہو گیا
تب کیا حضرت نے اس سے یہ خطاب — جا رواں ہو واں گلہ میں اپنے شتاب

وہ ہرن پھر گرد حضرت کے پھرا — بعد ازاں گلہ میں اپنے جا ملا
حق نے عظمت ان کو جو کی تھی عطا — سب یہ تھا فیض علی مرتضیٰ
الغرض تیار جب کھانا ہوا — آ کے تب خادم نے حضرت سے کہا
عرض میری تم سے ہے اے باخدا — کھانا جو دعوت کا تھا وہ پک چکا
بوعلی سے تب یہ حضرت نے کہا — روٹی ماں کے ہاتھ کی اب لو منگا
بوعلی نے یہ سخن جس دم سنا — سر کے جانب ہاتھ اٹھا کر یوں کہا
مجھ کو روٹی دیجئے اے ماں جان — کیجئے مجھ کو عنایت تازہ نان
تین باری ہاتھ جب خالی رہے — شیخ تب درماندۂ حیرت ہوئے
جب نہ پایا ماں سے روٹی کا پتا — بوعلی نے تب یہ سید سے کہا
مجھ سے حرف آپنے دعوت میں کی — ساری عظمت تم نے میری چھین لی
چھینی تم نے میری عظمت کیا کیا — آپ نے مجھ سے یہ بیشک کی دغا
بوعلی سے تب یہ حضرت نے کہا — تم نے کی جب اور لوگوں سے دغا
رنج تم نے اور لوگوں کو دیا — تم کو بدلا اس کا یہ اس دم ملا
ہم نے تم کو یہ نصیحت آج کی — تا نہ ایذا پھر کسی کو دو کبھی
تم کو اوروں سے ملا کیا مدعا — جو انہیں محروم تم نے کر دیا
یہ تو شیوہ راست بازی کا نہیں — نیک ہو کر ہیں بدی کرتے کہیں
دی ہے تم کو یہ نصیحت اس سبب — تم نے اوروں کو دیا رنج و تعب
تم اگر اوروں کی عظمت پھیر دو — مطلقاً پھر دیر روٹی میں نہ ہو
بوعلی یہ سن کے حضرت کا سخن — دل میں ان کے گرچہ تھا رنج و محن
مان لی آخر نصیحت آپ کی — ہو گئے قائل بس اس دم بوعلی
ہو کے قائل تب یہ حضرت سے کہا — عہد میں دیتا ہوں شاہد ہے خدا
صدق دل سے کہتا ہوں یہ اے ولی — میں نے عظمت جسکی لی تھی پھیر دی
عہد و پیماں تھا جو یہ ان کا دلی — تا حیات عظمت کسی کی پھر نہ لی

صدق دل سے تھا جو یہ قول ولی ۔۔۔ ایک دم میں جس کی تھی اس کو ملی
ہو چکے فارغ تو حضرت نے کہا ۔۔۔ میرا رتبہ مجھ کو دوائے باخدا
آپ بھی وعدہ وفا اب کیجئے ۔۔۔ مجھ سے حضرت عہد و پیماں لیجئے
عہد میں کرتا ہوں تم سے استوار ۔۔۔ یہ جو مرا ہے آپ سے قول و قرار
رتبہ چھینوں گا کسی کا اب نہیں ۔۔۔ دوں کسی کو رنج و ایذا اب میں
اب کسی کا دل دکھانے کا نہیں ۔۔۔ اہلِ عظمت کو ستانے کا نہیں
میں نہیں اس قول میں کرنے کا فرق ۔۔۔ کیا مجال اب روبرو حضرت کے رزق
سن کے یہ قول فقیر بینوا ۔۔۔ کر دیا حضرت نے وعدہ کو وفا
ان کا رتبہ آپ نے جو تھا لیا ۔۔۔ بس اسی دم ان کو واپس کر دیا
جب کرامت ان کو سب حاصل ہوئی ۔۔۔ تب ہوا ممنون وہ حق کا ولی
بعد ازاں ماں سے جو روٹی کی طلب ۔۔۔ مل گئی فوراً انہیں اک دم میں تب
بیٹھ کر کھانا کیا پھر نوش جاں ۔۔۔ شکر سے دونوں ہوئے رطب اللساں
ہو گئی سیری انہیں صحبت سے جب ۔۔۔ بوعلی نے یہ کہا حضرت سے تب
مجھ کو رخصت کیجئے اب اے ولی ۔۔۔ یہ ہدایت آپ سے مجھ کو ملی
عہد و پیماں جو کیا اس دم عیاں ۔۔۔ طول ہو گر کیجئے اس کو بیاں
الغرض جس شان سے وہ آئے تھے ۔۔۔ پس اجازت پا کے وہ واپس گئے
پھر شہاب الدین سے جا کر باادب ۔۔۔ شاہ شرف الدین ہوئے رخصت طلب
عرض کی میری یہ خواہش ہے دلی ۔۔۔ جاؤں امروہہ کو اب میں یا ولی
تب شہاب الدین نے ان سے کہا ۔۔۔ جاؤ امروہہ کو حافظ ہے خدا
جب شہاب الدین اجازت دے چکے ۔۔۔ شاہ شرف الدین تب واں سے چلے
ہو کے اسوار اپنی اس دیوار پر ۔۔۔ شاہ شرف الدین وہ والا گہر
پھر دوبارہ اس جگہ آ کر رہے ۔۔۔ تا حیات اپنی نہ پھر باہر گئے
ہے کتابوں میں لکھا یہ ماجرا ۔۔۔ اس کے راوی ہیں عقیل باصفا

ہے ولایت آپ کی ہندوستان ۔۔۔ یہ بھی ہیں ولیوں میں کامل بے گماں
مرتبہ سید کا ناصر کیا لکھے ۔۔۔ بوعلی بھی اک بڑے درویش تھے
شاہ شرف الدین سے آسائل ہوئے ۔۔۔ اپنے دل میں آپ خود قائل ہوئے

بیان قصۂ آہو کہ برائے دعوت شیخ بوعلی قلندر جناب سید شرف الدین ذبح فرمودہ بود و آن آہو بشکار بادشاہ دہلی کہ نام آں شاہ فیروز شاہ عالم پناہ بود رسید و حیراں شدن ہر کس از بندش استخواں ران آن آہو و متعجب شدن بادشاہ معہ جملہ ارکین سلطنت و معتقد شدن ہر اہلِ کمال برائے انکشاف و ظاہر کردن ایں حال معہ دیگر حالات

ہے لکھا اس آہو کا یوں ماجرا ۔۔۔ ہو کے زندہ گلّے میں وہ جا ملا
جب وہ آہو گلّے میں داخل ہوا ۔۔۔ تب خدا نے بھید یوں ظاہر کیا
گلّے میں آہو وہ از حکمِ خدا ۔۔۔ ذکر جس کا پہلے میں ہوں لکھ چکا
ہر طرف کو ہر جگہ کو جا بجا ۔۔۔ منفرداً ہر سمت کو راہی ہوا
اتفاقاً ہو کے وہ سب سے جدا ۔۔۔ اپنے اس گلّے سے از حکمِ خدا
کوہ کے نیچے وہ آہو آن کر ۔۔۔ پہنچا پھر صحرائے دہلی بے خطر
اتفاقاً شاہ دہلی کا جو تھا ۔۔۔ از برائے سیر وہ گھر سے چلا
نام تھا اس شاہ کا فیروز شاہ ۔۔۔ حامیٔ اسلام تھا وہ دیں پناہ
تھا رواں ہر سمت کو وہ شہر یار ۔۔۔ اس لئے ہاتھ آئے آہو کا شکار
تھا جو منظور جناب کردگار ۔۔۔ پہنچا اس صحرا میں وہ بہر شکار
پھرتا پھرتا تھا وہ آہو کلاں ۔۔۔ آخر اس جانب گیا شاہ زماں
تھے بہت اسوار اس کے ساتھ میں ۔۔۔ پھرتے تھے وہ آہوؤں کی گھات میں

اتفاقاً آہو وہ آیا نظر | تب سواروں نے دی شہ کو خبر
چرتا ہے صحرا میں ایک آہو کلاں | صید تم جا کر کرو اس کو وہاں
سن کے شہ نے یہ جواب ان کو دیا | گھیر لے اس کو سواروں کا پرا
صید کا طالب جو تھا شاہ زماں | جا کے آہو پر ہوئے حملہ کناں
اس کو گھیرا جا کے اسواروں نے جب | آگیا زد پر وہ شہ کے اس سبب
تیر مارا آہو کے اک تان کر | اس کی گردن اور شہ رگ جان کر
پھر کیا نیزے سے اس پر ایک وار | اس لئے آہو یہ ہو جائے شکار
ماری اس کے زور سے پھر ذوالفقار | بس وہ آہو ہو گیا شہ کا شکار
تھا وہ زخمی نیزے کا اور تیر کا | لگتے ہی تلوار فوراً گر پڑا
جو سوار اس وقت اس کے ساتھ تھے | اُن سے سلطانِ زماں کہنے لگے
ذبح کوئی ہوشیار اس کو کرو | ہے تامل ناروا مردہ نہ ہو
اترا گھوڑے پر سے جلدی اک سوار | اس پہ جاری کر کے حکم کردگار
کھال پھر اس کی بدن سے کر جدا | دیکھا سب نے اس میں ایک سر جدا
ہے شکستہ ہڈی اس کی ران کی | مونجھ سے اور دو کھپچیوں سے بندھی
یعنی تھا وہ سبز پتہ مونجھ کا | جس کا میں نے ذکر ہے پہلے کیا
ہاتھ سے حضرت کے وہ جو تھا بندھا | ہو بہو نکلا تفاوت کچھ نہ تھا
دیکھ کر اس حال کو خورد و کلاں | غرقِ دریائے تحیر تھے وہاں
شاہ سے لوگوں نے یہ آ کر کہا | سنئے حضرت ہے عجب یہ ماجرا
گوشت آہو جب کیا ہم نے جدا | دیکھا اس کا استخواں ٹوٹا ہوا
ران کی ہڈی ہے وہ اک شہریار | مونجھ کی پھٹی سے ہے وہ استوار
اس طرح سے ہے بندھی استخواں | مونجھ کا پٹہ ہے اور دو تیلیاں
بانس کی دو کھپچیاں ہیں یہ شاہ | زیر و بالا اس پہ رکھیں جاں پناہ
غور کر کے ہم نے جو دیکھا اسے | نیچے بندش اوپر ان کے گوشت ہے

ٹوٹی حضرت اس کی پچھلی ران ہے
عقل یاں انسان کی حیران ہے

ہے نہایت یہ تعجب کا مقام
سب کو حیرت ہے کیا کس نے یہ کام

دیکھنے سے اس کے شاہ نامور
قدرت اللہ آتی ہے نظر

ماجرا تھا یہ بڑا حیرت فزا
عالم الغیب اس کا حضرت ہے خدا

دیکھا تھا ہم نے اسے وقت شکار
لائے تھے جس وقت گھیر اسکو سوار

آہو یہ حضرت ذرا لنگڑا نہ تھا
جست بھی کرتا تھا خندق پھاندتا

پھر کہا آہو یہ ہنگام شکار
کرتا تھا ثابت طرارے بار بار

جست اور رم میں خلل ہرگز نہ تھا
چوکڑی بھرنے میں بل ہرگز نہ تھا

پہلے کھایا زخم اس نے تیر کا
بعد ازاں پھر اسکو اک نیزہ لگا

پھر لگا وار اس پہ اک شمشیر کا
زخم کاری کھا کے صحرا میں گرا

جب سنی ایسی خبر اس آہو کی
شہ کو تب سن کر بڑی حیرت ہوئی

بولے شہ سن کر سواروں کا کلام
ہے نہایت یہ تعجب کا مقام

پھر کہا شہ نے یہاں لاؤ اسے
ہم بھی دیکھیں ماجرا کیونکر یہ ہے

روبرو اس شاہ کے لائے اسے
دیکھ کر شہ اس کو حیرت میں ہوئے

دیکھ کر شہ نے اس آہو کو کہا
کون ایسا ہے وہ مقبول خدا

کون ہے دنیا میں اب ایسا ولی
جس نے اس آہو کی یہ بندش کی ہے

یا الٰہی ایسا کامل کون ہے
جس کو یہ رتبہ ہے حاصل کون ہے

دیر تک یہ گفتگو ہوتی رہی
کہتا تھا اپنے موافق ہر کوئی

تھا تعجب میں عجب وہ تاجور
قدرت خالق پہ مائل تھی نظر

شہ نے پھر دریافت ہر اک سے کیا
سب امیروں اور فقیروں سے کہا

ہاں لگاؤ جلد تم اس کا پتہ
کس نے باندھا لوٹا اس آہو کا پا

کس ولی کی ہے یہ عظمت کا ظہور
کون ہے وہ جس کا کامل ہے یہ نور

پھر کہا گر یہ نہ بتلاؤ گے تم
جان لو پھر رنج و غم پاؤ گے تم

ہو گئے اس حکم سے خاموش سب
اڑ گئے سنتے ہی ان کے ہوش سب

جب ہوئے ارکان دولت لاجواب
تب ہوا آزاد لوگوں کو خطاب

پھر ہوا حاضر فقیروں کا گروہ
وہ بھی سن کر ہو گئے آخر ستوہ

شاہ نے پھر یہ وزیروں سے کہا
ہو منادی شہر میں اب جابجا

شاہ دہلی پھر یہ فرمانے لگے
وہ منادی یہ ندا جا کر کہے

جو کوئی اس بھید کی دیگا خبر
شاہ دہلی دے گا اس کو مال و زر

اس قدر مال اور زر دیگا اسے
تا نہ اس کو پھر طمع باقی رہے

حکم جب یہ شاہ دہلی نے دیا
تب وزیر اس حکم کو لائے بجا

تب منادی نے ندا دی جابجا
اور زباں زد قول یہ سب میں ہوا

یعنی جو اس راز کا دے گا جواب
مال و زر پائے گا شہ سے بے حساب

الغرض وہ حکم شاہِ نیک نام
سن چکے ہر جا کے ساکن خاص و عام

کہتا تھا یہ حکم سن کر ہر بشر
یارو ہم اس بھید سے ہیں بے خبر

ہر فقیر اہلِ کمال آیا وہاں
منکشف ہوتا نہ تھا رازِ نہاں

ہر جگہ کا آدمی آیا گیا
ہر کسی سے کچھ نہ بتلایا گیا

تب وزیروں سے جلالت سے کہا
کامل اب بلواؤ اس جا برملا

کاملوں کو تب وزیروں نے بلا
حکم وہ شہ کا دیا ان کو سنا

عابد و زاہد ہوئے حاضر سبھی
جہد میں شامل ہوا ہر متقی

تب مگر شہ کو ملی اتنی خبر
کوہ پر تھے اک فقیر نامور

وہ کراماتی تھے اور اہلِ کمال
جانے اب کس جا گئے وہ خوشحال

جب کسی سے ہے نہ وہ عقدہ کھلا
شاہ کا ان سب پہ تب غصہ ہوا

سب سے یہ فرمایا تم موجود ہو ۔۔۔ راز پنہاں ہے جو یہ ظاہر کرو
راز جب تک یہ نہ بتلایا گیا ۔۔۔ قید میں جاؤ گے تم سب برملا
سن کے یہ حکم اور غصہ شاہ کا ۔۔۔ مارے دہشت کے ہر ایک لرزاں ہوا
اڑ گئے ہوش اور سب حیراں ہوئے ۔۔۔ حال پر اپنے بہت گریاں ہوئے
آخرش جب کچھ نہ بتلایا گیا ۔۔۔ ان کی نسبت شاہ نے تب یہ کہا
اے وزیرو حکم یہ میرا ہے اب ۔۔۔ ہیں جو حاضر قید میں یہ جائیں سب
جب تلک حل ہو نہ یہ مشکل مری ۔۔۔ ہو نہ ان لوگوں کو جب تک مخلصی
الغرض جتنے وہاں حاضر تھے سب ۔۔۔ ہو گئے قیدی وہ با رنج و تعب
جتنے تھے دہلی کے درویش و امیر ۔۔۔ یوں دعا کرتے تھے سب برنا و پیر

یا الٰہی ایسا کامل بھیج دے ۔۔۔ عقدہ یہ لاحل جو ہے وہ حل کرے
کہتے تھے یارب کوئی ایسا ملے ۔۔۔ جس سے یہ آئی ہوئی آفت ٹلے
جلد دکھلا یا الٰہی وہ گھڑی ۔۔۔ جس سے ہو آسان یہ مشکل کڑی
ہر بشر کہتا تھا یہ اے کبریا ۔۔۔ قید سے یہ لوگ ہو جائیں رہا
بس یہی کہتا تھا واں کا ہر بشر ۔۔۔ یا الٰہی یہ دعا مقبول کر
بھیج دے یارب کوئی ایسا ولی ۔۔۔ بھید یہ سب پر کرے وہ منجلی
بس یہی کہتے تھے واں کے لوگ سب ۔۔۔ یا خدا مشکل ہو یہ آسان اب
تجھ سے یارب یہ نہیں کچھ دور ہے ۔۔۔ بندہ تو ہر امر میں مجبور ہے
ہر مقید کو تردد تھا یہ ہی ۔۔۔ ہو کسی صورت ہماری مخلصی
کہتے تھے قیدی خدا سے یوں پکار ۔۔۔ غم کے دریا سے تو کر کشتی کو پار
بسکہ تھی سب کی دعا بر صواب ۔۔۔ حق نے فرمائی دعا وہ مستجاب
راز کھلنے کا سبب پیدا ہوا ۔۔۔ جس طرح معبود کو منظور تھا

بیان ذکر جناب سید عبدالعزیز صاحب یعنی نور چشم جناب سید شرف الدین صاحب جنت آرام گاہ کہ برائے تحصیل علم دین مدرسہ شاہی بہ شہر دہلی قیام فرمودند در حال دو طفل مکتب کہ باہم جنگ نمودند و از حکیم جناب سید عبدالعزیز ازاں دو طفل شخصی ظالم از تصویر شیر قالین فی النار واستقر شد و معہ دیگر حالات

آگے یوں کرتا ہے راوی اب بیان — دو پسر حضرت کے تھے شوکت نشان
ایک بیٹے میر علی صاحب جلال — ہر طرح کا ان کو حاصل تھا کمال
تھے بڑے بیٹے یہ شرف الدین کے — وارث منصب اس اہل دین کے
ان کی سبھی اولاد از فضل الٰہ — اس جگہ آباد ہے باعز و جاہ
دوسرے فرزند تھے عبدالعزیز — تھوڑے تھے سن میں و سید باتمیز
دل میں یہ سوچے کہ میں دہلی چلوں — علم کی تحصیل واں جا کر کروں
خوب پختہ کرکے یہ رائے متین — کیجئے واں چل کے حاصل علم دین
کرکے افضال الٰہی پر نظر — شہر دہلی کو گئے وہ خوش سیر
جب وہ حضرت اس ارادے سے گئے — مدرسے میں شاہ کے پڑھنے لگے
وہ جو شرف الدیں کے پڑھتے تھے طفل — خوابگہ بھی ان کے تھے واں اک طرف
پڑھتے تھے اکثر پسر طفل و جواں — اب میں سارا واں کا لکھتا ہوں بیاں
زیب وہ شہر کے پہنچے تھے وہاں — مدرسہ تھا واقعی جنت نشاں
پڑھنے والے لڑکے واں امراکے تھے — شہر کے رشتہ دار یا وزرا کے تھے
طفل پڑھتے تھے وزیروں کے وہاں — جمع تھے لڑکے امیروں کے وہاں
اور بھی پڑھتا تھا کوئی خال خال — اب میں لکھتا ہوں مفصل واں کا حال

اتفاقاً ایک دن کا ہے بیاں
اس گھڑی لڑکے تھے سب موجود واں

شاہزادے اور امیروں کے خلف
متفق بیٹھے ہوئے تھے باندھے صف

تھے کھلے درسے کتابوں کے ورق
سب کے سب حاضر تھے مشتاق سبق

مدرسے میں اس گھڑی ملاں نہ تھا
بے معلم تھا بس اس دم مدرسہ

وہ گیا تھا اپنے گھر کچھ کام کو
کب سمجھتا تھا وہ اس انجام کو

بے معلم مدرسے کو دیکھ کر
مولوی کے ڈر سے ہو کر بے خطر

لڑکے دو جھگڑا وہاں کرنے لگے
علم کی وہ بحث میں باہم جٹے

قائل و معقول سب ہونے لگے
بحث کرتے کرتے غصہ میں ہو گئے

آخرش ان میں سے اک قائل ہوا
ہو گیا قائل تو غصہ آ گیا

آگے اب اس طرح راوی نے لکھا
اک زبردست ان میں اک کمزور تھا

جب قوی تقریر میں قائل ہوا
سخت گوئی پر وہ تب مائل ہوا

ہو گئی دونوں میں بدبختی بپا
سخت گوئی ہو گئی حد سے سوا

طول بس قصہ نے پایا سربسر
تھا معلم کا نہ کچھ خوف و خطر

وہ جو کم طاقت تھا اور کمزور تھا
اس قوی سے زور میں عاجز ہوا

سخت ایذا پہنچی جب کمزور پر
خوف مرنے کا ہوا تب سربسر

پہنچا اس حالت کو جب وہ بے قصور
کر اٹھا فریاد تب سب کے حضور

سب سے کہتا تھا وہ یوں فریاد سے
تم بچاؤ مجھ کو اس بیداد سے

رو کے یوں کہتا تھا وہ باحال زار
چھوڑ دو تم مجھ کو بہر کردگار

ہے کوئی عبد خدا جو داد دے
ظلم ظالم سے بچائے اب مجھے

دیکھتے تھے بیٹھے وہاں عبدالعزیز
ظلم کرتا تھا جو ظالم بے تمیز

لڑکا روتا تھا جو دھاڑیں مار مار
آپ کو ہوتا تھا از بس ناگوار

تب کہا حضرت نے اس سے ہو کے تند ظلم سے کر ظالم اپنا ہاتھ کند
جلد اس کو اب تو ظالم چھوڑ دے ہے بہت کمزور مت مار اسے
پھر کہا اس سے کہ کر غصہ کو دور رحم کر اس پر کہ ہے یہ بے قصور
اب اے ظالم لگا گر تیرا ہاتھ ماروں گا میں قول ہے یہ جان کے ساتھ
اب زباں پر بد سخن لایا اگر پائے گا اس کی سزا اے بدگہر
چند باری منع ظالم کو کیا وہ نہ مانا آپکا کہنا ذرا
جب کہ دیکھا مرچلا وہ ناتواں سرزنش مردود کو کی اس زماں
کر دیا فی الفور دونوں کو جدا کر دیا اس ظلم سے اس کو رہا
ظلم پھر کرنے لگا اس پر جوان اس ارادے سے کہ اب چھوٹے نہ جان
اس کے سینہ پہ دوبارہ جا چڑھا پھر وہ ظالم مارنے اس کو لگا
رو کے وہ حضرت سے یوں کہنے لگا تم بچاؤ جاں مری بہرِ خدا
پھر کیا حضرت نے دونوں کو جدا اور پھر حضرت ہوئے اس پر خفا
کیا کہوں ظالم حمایت جان کر آپ سے لڑنے لگا وہ آن کر
یہ حمایت اس کو آئی ناگوار آ کے لپٹا آپ سے وہ بد شعار
اک طمانچہ ان کے مارا زور سے اور گلے پر ہاتھ ڈالا غور سے
چاہا موذی نے انہیں کر دوں تمام اس کے بدلے میں کروں بس ان کا کام
اس غضب سے بولا موذی بد عمل تیری شامت آگئی ہے یا اجل
تھا بہت بے باکیوں پر بدخصال دفعتاً حضرت کو بھی آیا جلال
جس جگہ پر یہ ہوا تھا ماجرا اس مکاں میں فرش تھا قالین کا
ہر طرح کی اس میں تصویریں بنی تھیں یعنی اس قالین میں موجود تھیں
جو وہاں بچھا ہوا قالین تھا دست کاری میں وہ تھا کشمیر کا

طیش میں آ کر یہ حضرت نے کہا
شیر کی تصویر سے بیٹھا ہے کیا

میرا بدلہ کیوں نہیں لیتا ہے تو
اب سزا اس کو نہیں دیتا ہے تو

پھر کیا تصویر کی جانب خطاب
یعنی اٹھ اپنی جگہ سے تو شتاب

ڈر کا میرے باپ کے کتا ہے تو
کس لئے خاموش اب بیٹھا ہے تو

اس شقی موذی کو جلدی دے سزا
ظلم یہ کرتا ہے تو ہے دیکھتا

شیر وہ تصویر کا غرّاں ہوا
سنتے ہی وہ فرش قالیں سے اُٹھا

اٹھتے ہی اس شیر نے اک جست پر
مارا پنجہ منہ پر اس کے تان کر

ہو گیا اک دم میں دم اس کا فنا
مغز موذی کا پراگندہ ہوا

آنکھیں دونوں باہر آئیں برملا
خاک پر گر کر جہنم کو گیا

دیکھ کر یہ واقعہ سب ڈر گئے
خوف و دہشت سے وہ گویا مر گئے

کوئی بھاگا اور کوئی چھپ گیا
کوئی حیران شکل آئینہ رہا

کوئی غش تھا اور سکتے میں کوئی
جسم میں سب کے پڑی تھی تھرتھری

مدرسہ میں جبکہ یہ ہلچل پڑی
تھی علامت حشر کے آثار کی

شیر تھا وہ روبرو سب کے کھڑا
منتظر حضرت کے تھا وہ حکم کا

دیکھا حضرت نے تلاطم ہے بپا
شیر کی جانب اشارہ یوں کیا

اپنی جاگہ پر تو جا اے شیر نر
تیری ہیبت سے ہے جانوں کا خطر

شیر یہ سنتے ہی غائب ہو گیا
پھر وہ ہی قالین کی تصویر تھا

کیوں نہ حکم اس شاہ کا تاثیر دے
شیروں کے آخر تو وہ بھی شیر تھے

اپنے گھر کو بھاگے سب طفل و جواں
شیر کا یہ حال جب دیکھا وہاں

بیان خبر رسیدن بادشاہ را از احوال شیر تصویر قالین و جنگ

کردن دو طلبائے مکتب و کشتہ شدن یک طالب علم کہ ظالم بود از تصویر شیر قالین و طلب فرمودن شاہ صاحب

عبدالعزیز را برائے استفسار حال ایں واقعہ مع دیگر حالات

الغرض احوال وہ گذرا ہوا	شاہ سے لوگوں نے سب ظاہر کیا
سنتے ہی سلطان وہ سچا ماجرا	غرق دریائے تحیر ہو گیا
یوں لگا کہنے وہ شاہِ ذوالجلال	کیجئے تونیک اب اس کا مآل
پھر کیا شہ نے وزیروں سے خطاب	لاؤ اس لڑکے کو تم ہم تک شتاب
باادب اب مدرسہ کو جاؤ تم	جلد اس کو یاں بلا کر لاؤ تم
اس جگہ لاؤ بڑی تعظیم سے	عزت و توقیر سے تکریم سے
حکم یہ جس دم وزیروں کو ہوا	سنتے ہی وہ حکمِ شہ لائے بجا
مدرسے جبکہ وہ پہنچے وہاں	دیکھا بیٹھا ہے وہاں اک نوجواں
دیکھی وہ تصویر قالین شیر کی	پارہ پارہ لاش بھی دیکھی پڑی
دیکھ کر وہ حال یہ ہیبت ہوئی	پڑ گئی ان کے بدن میں تھرتھری
حال واں کا دیکھ کر حیران ہوئے	جھک گئے سرتا قدم ان کیلئے
کام سے مطلب تھا گو تھے بیقرار	طوعاً و کرہاً کیا دل استوار
باادب ان کو کیا سب نے سلام	اور قدم چومے بعجز و احترام
عجز سے کی سب نے پھر یوں التماس	اے ولی عالی نسب نیکو اساس
عہد طفلی میں تمہیں رتبہ ملا	تم ہو بیشک سرگروہِ اولیاء
آل و اولاد محمدؐ اور بتولؓ	تم ہو فرزند علی حق کے قبول
مالک تخت و نگین فیروز شاہ	حامئے اسلام ہے وہ دیں پناہ
اس گھڑی تکلیف دی ہے آپ کو	ہے مناسب جو قدم رنجہ کرو

وہ کریم اور صاحب اخلاق ہے — آپ کے دیدار کا مشتاق ہے

الغرض لائے انہیں شہ کے حضور — باہزار اعزاز وہ صاحبِ شعور

دیکھی صورت شہ نے جس دم آپکی — شاہ کے دل میں بھی ہیبت سی ہوئی

تخت زر پر تھا جو شہ بیٹھا ہوا — پاس اپنے دی ادب سے ان کو جا

اور توجہ دل سے فرما کر کہا — آپ سا کوئی نہیں اب دوسرا

آپ کو حق نے دیا رتبہ بڑا — خاص ہو تم عبدِ مقبولِ خدا

آپ کا احوال ہم پر کھل گیا — یہ کرامت آپ کی ہے برملا

خاص تم آلِ رسولِ پاک ہو — نورِ چشم صاحبِ لولاک ہو

تم پہ روشن ہیں سب اسرارِ نہاں — ہو جو مرضی کچھ کروں عرضِ بیاں

بولا صاحبزادہ تم مطلب کہو — دل میں اس دم آپکے جو کچھ کہ ہو

شاہ نے دیکھی توجہ خوش ہوا — ان کی مرضی پا کے یہ مطلب کہا

پہلے تو دریافت فرمایا نسب — ذاد بوم پاک پوچھا اور حسب

پوچھا آخر باپ اور دادا کا نام — اور ان کا حال پوچھا لا کلام

کیوں ولایت ترک فرمانا ہوا — کس طرح سے اس طرف آنا ہوا

باپ دادا ہیں کہاں بتلائیے — نام اور اوقات بھی فرمائیے

یوں دیا اس شاہزادے نے جواب — اے شہنشاہ جہاں گردوں جناب

تم ہو اک سلطان عادل دادگر — ہو رعایا پرور و عالی گہر

دیں پناہ و دادگر دولت پناہ — سایۂ اللہ مقبولِ الٰہ

تم نے پوچھا حال میرا سر بسر — بندۂ اللہ ہوں ناچیز تر

دادا صاحب ہیں میرے سید علی — اور بزرگ ان کا لقب ہے منجلی

کیا کہوں اوصاف ان کے آپ سے — عابد و زاہد تھے خوش اوقات تھے

بس یہی وردِ اُن کا صبح و شام تھا | بندگیٔ حق سے اُن کو کام تھا
رحم دل منصف تھے اور مسکیں نواز | تھا خدا سے رات دن راز و نیاز
باپ میرا سید والامقام | جن کا ہے مشہور شرف الدین نام
واسطی ہیں سید عالی نژاد | مثل اپنے باپ کے خیر العباد
یہ میرے والد جو ہیں مقبولِ رب | جن کا ہے شاہِ ولایت یاں لقب
ہے یہ اسرارِ خدائے بے نیاز | جو وطن چھوڑا بحکمِ کارساز
عالم رؤیا میں یوں ملہم ہوئے | انبہ اور رہو تمہیں جس جا ملے
بس اسی خطہ کو تم کرنا وطن | وہ جگہ ہو جائے گی رشکِ چمن
نسل تیری واں بڑھے از فضلِ رب | ہند میں آنے کا ہے بس یہ سبب
پہلے امروہہ نہیں تھا یہ مقام | تھے عزیزہ اور ریور سے ترکیب نام
ان کا اس قصبہ میں جب آنا ہوا | لایا دعوت میں تب ایک اہلِ وفا
نان و انبہ اور قتلہ رہو مچھلی کے | کھائے حضرت نے بڑے شوق سے
پہلے لقمہ نان و قتلہ رہو کا | آپ نے لے کر جو منہ میں رکھ لیا
ساتھ اس لقمہ کے لے کر آپ نے | ایک انبہ منہ میں رکھا آپ نے
چوس کر اس کو کیا شکرِ خدا | کھا کے وہ لقمہ زباں سے یہ کہا
ہے یہی مرضی مرے اللہ کی | ہو گئی بستی سکونت اب مری
تب رکھا امروہہ اس بستی کا نام | جانتے ہیں اس کو جملہ خاص و عام
ہیں مقامات ان کے اسرارِ نہاں | اور کراماتیں ہیں مشہورِ جہاں
شہ نے سن کر تب یہ فرمایا کہ اب | مجھ کو ہے اک فکر اے مقبولِ رب
اس کے باعث سے مجھے مشکل ہوئی | قلب پہ میرے وہ ہے ایک سل اڑی
پوچھنا لازم ہے کیا امرِ عظیم | آپ ظاہر کیجئے بحرِ کریم

جس کے باعث قید ہیں اہل کمال — اُن کا چھٹنا ہے بڑا امر محال

اب مگر امداد دے وہ آپ کی — جانا ہم نے چھوٹ جائیں گے کبھی

آپ نے فرمایا قیدی چھوڑ دو — گفتگو پھر ہم سے جو چاہو کرو

سنتے ہی یہ حکم سلطاں نے کہا — اے وزیرو کر دو وہ قیدی رہا

اس سبب سے ہیں جو قیدی سب کے سب — چھوڑ دو تم اے وزیران کو اب

ان کی نسبت حکم جب ایسا ہوا — تب کیے وزرا نے وہ قیدی رہا

الغرض جتنے تھے قیدی وہ بشر — سب کو چھوڑا شاہ نے المختصر

آپ نے دریافت شہ سے پھر کیا — کس سبب سے قیدی تھے کیا تھی خطا

تب کہا شہ نے سنو اے باوقار — میں گیا جنگل تھا بہر شکار

ایک آہو صید تھا ہم نے کیا — کھال اس کی تن سے جب دم کی جدا

تھی شکستہ اس کی ہڈی ران کی — سبز پھٹے مونجھ سے وہ تھی بندھی

نیچے اوپر بانس کی دو تیلیاں — تھیں بندھی ہڈی پہ اس کی بے گماں

مونجھ کا پھٹا سرا ان کا وہ سب — جیسے باندھا ہے کسی نے اس کو اب

پایا سالم ران کا سب گوشت پوست — وہ ہرن لنگڑا نہ تھا اے حق کے دوست

اور ہرنوں سے سوا کرتا تھا جست — تھا بہت اسلوب اس کا بند و بست

یاں کے درویشوں سے پوچھا اس کا حال — ان کے بتلانے میں پایا اختلال

ان کے درویشوں میں دعوے جن کے تھے — کب ہوئے ثابت وہ سب جھوٹے پڑے

تھے نظر بند اس خطا پر یہ فقیر — آپ کے صدقے سے چھوٹے سب اسیر

آپ روشن دل ہیں سردار جہاں — راز مخفی آپ پر ہیں سب عیاں

آپ ہیں اولاد زہراؑ و علیؑ — آپ ہیں کچھ شک نہیں آل نبیؐ

عاشقِ حق صاحب عرفان ہو — ہم کو جلد اس بھید سے واقف کرو

کون سے کامل کا یہ اظہار ہے — کون سے مقبول حق کا کار ہے
کس سے ایسا کام یہ ظاہر ہوا — غیب کا اسرار آہو سے تھا
کون سے عیسیٰ نفس کا یہ کام ہے — اس مہم کو کس نے بخشا اختتام
کون ہے ایسا وہ مقبول خدا — جس کو حق نے یہ کرامت کی عطا
وہ کریں یہ کام جو ہوں انبیاءؑ — یا کریں یہ کام جو ہیں اولیا
کیجئے اس کام کو ظاہر شتاب — ہم بھی ہوویں اس ولی سے کامیاب
بس تبسم شاہزادے نے کیا — اور یوں کھولا وہ پردہ راز کا
کام یہ جن کا ہے اے گردوں رکاب — وہ ہمارے باپ ہیں عالی جناب
ہند میں ہمسر نہیں ان کا کوئی — وہ ولی ہیں وہ ولی ہیں وہ ولی
سید عالی نسب والا حسب — ہیں وہ حضرت ساکن امروہہ اب
نام پاک ان کا ہے شرف الدین ولی — ہے ولایت ان کو ملک ہند کی
ان کی پیدائش ہے واسطہ شہر کی — ہیں وہ حضرت شک نہیں حق کے ولی
ہے مفصل اس طرح یہ ماجرا — آپ کی عظمت کا جب شہرہ ہوا
بو علی شاہ قلندر نیک کار — ہیں یہاں کے اچھے لوگوں میں شمار
ہے مقام ان کا بھی اعلیٰ ہیں ولی — اور وہ مشہور ہیں بوئے نبیؐ
کچھ دن اب گذرے کہ وہ شیخ متیں — خود گئے تھے میرے والد کے قریں
حضرت والد سے جو آکر ملے — ایک شب دونوں وہ اک جا ہی رہے
کو وہ پر مہماں ہوا جب وہ ولی — تب ہوئی تھی یہ کرامت منجلی
ان کی دعوت کا کیا تھا اہتمام — گوشت تھا نایاب اس جا لا کلام
یہ ہرن وحشی تھا جنگل کا تھا — از برائے بو علیؒ باوقار
اس ہرن کو رو برو کر کے طلب — ذبح فرما کر لیا پھر گوشت سب

خادموں کے ہاتھ سے جب دم شاہ / استخواں اس کا شکستہ ہو گیا
دیکھا جب ہڈی ہوئی اسکی شکست / تب کیا والد نے میرے بند و بست
اور بحکمِ خالقِ ارض و سمائ / اس ہرن کو یک بیک زندہ کیا
ہیں جو والد میرے از بس حق پرست / یہ جبیرہ ان کے ہاتھوں کا ہے بست
حکم پا کر راہیٔ صحرا ہوا / اپنے گلے میں اسی دم جا ملا
یہ وہی بندش ہے اور آہو وہی / یہ کرامت ان کی ہے نہ اور کی
کوہ کے اوپر ہوا تھا جو عیاں / سب مفصل کر دیا شہ سے بیاں
قدرتِ حق میں نہیں جائے کلام / واقف اس اسرار سے ہیں خاص و عام
اب وہ امروہہ میں ہیں عالی جناب / ان کا اب شاہ ولایت ہے خطاب
یہ کرامت سن کے شرف الدین کی / شاہ دہلی کو عجب حیرت ہوئی
سنتے ہی سلطان یہ کہنے لگے / حق نے بندے ایسے بھی پیدا کئے
یہ کہا شہ نے خدا کی شان ہے / عقلِ انساں اس جگہ حیران ہے
پھر لگا کہنے وہ شاہ نیک نام / حق کی قدرت میں نہیں جائے کلام

شاد نمودن فیروز شاہ بادشاہ دہلی دختر خود را با سید عبد العزیز بعد از شنیدن احوال آہو کہ بہ شکار شاہ مذکور آمدہ بود کہ ذکر آں بالا گذشت و حال معہ دیگر حالات ضروری کہ متعلق ایں روایت است

سنتے ہی وہ شاہ یہ حال غریب / ہو گیا حیرت میں با حالِ عجیب
بعد ازاں شہ نے کیا یہ دل میں غور / ایسا کب میں پاؤں گا داماد اور
ایسا موتی ہاتھ آوے کب بھلا / جس سے بخت و تخت کو ہووے جلا

میری دختر جو وہ ہے صاحبِ جمال
جس کو شادی کا نہیں مطلق خیال

صاحبِ عفت ہے وہ عصمت مآب
روئے نورانی ہے رشکِ آفتاب

اپنا شوہر وہ کرے منظور گر
ہے یہ اولیٰ اور مناسب سربسر

آخر اس احوال نادر کی خبر
ہو گئی مشہور نزدِ ہر بشر

راز یہ محلوں میں بھی افشا ہوا
پردہ عصمت میں بھی پردہ کھلا

شاہ کی دختر پہ بھی ظاہر ہوا
سنتے ہی منظور خاطر کر لیا

یعنی وہ عبد العزیز باصفات
جس سے ظاہر ہیں آہو کے نکات

جس نے اس موذی کو مارا شیر سے
آرزومند اس کی ہوں میں دیر سے

عقد و پیوند اس سے ہو میرا اگر
مجھ کو ہے منظور بے خوف و خطر

ایک دن دائی سے اپنے دل کا حال
سب کہا دل میں جو رکھتی تھی خیال

پھر کہا دائی سے اب جو ہو سو ہو
حال یہ دل کا میری ماں سے کہو

تا کہیں جا کر وہ میرے باپ سے
اس لئے کہتی ہوں میں یہ آپ سے

الغرض دائی نے شہزادی کا حال
اور جو کچھ اس کے دل کا تھا مآل

دل کی مرضی شاہزادی کی جو تھی
اس کی ماں سے دائی نے سب جا کہی

اس کی ماں نے دائی سے سن کر خبر
باپ سے اس کے کہی وہ سربسر

حال شہزادی کا سنتے ہی وہ شاہ
ہو کے خوش کرنے لگا شکر الٰہ

شہ نے تب منت سے حضرت سے کہا
شادی اپنی کیجئے اے باوفا

عقد میں اپنے یہ دختر لیجئے
یعنی حضرت اپنی شادی کیجئے

جب کیا فیروز شہ نے یہ کلام
بولے یوں عبد العزیز نیک نام

میں کہاں اور آپ کا رتبہ کہاں
میں حقیر اور آپ سلطانِ جہاں

بس یہی کہتا ہوں شاہا صاف صاف
مجھ کو اس تکلیف سے رکھئے معاف

والدہ میری نہیں موجود یاں
اذن لے لیتا میں ان سے بے گماں

بھائی صاحب بھی نہیں والد نہیں
میں ہوں مجبور اے فخر روئے زمیں

ہوتے اس جا گر یہ سب والا مقام
پاس ان کے جاتا شادی کا پیام

ان کو ہست نیست کا تھا اختیار
کچھ نہیں ہے اس میں میرا اختیار

سن کے اس تقریر کو فیروز شاہ
بولا سچ کہتے ہو تم بے اشتباہ

پر یقیں ہے یہ سنیں گے وہ اگر
ہوں گے اس نسبت سے وہ خوشنود تر

پیش کیجئے اب کوئی حجت نہ آپ
ہوں گے خوش اس عقد سے حضرت کے باپ

کس کی قسمت جس کو ایسا گھر ملے
زر ملے دولت ملے زیور ملے

فضل اپنا جس پہ کرتا ہے خدا
ہوتا ہے مالک وہ ملک شاہ کا

اے حبیب حق تعالیٰ کے حبیب
ہو شریک سلطنت کس کے نصیب

الغرض وہ گفتگو کی شاہ نے
کر لیا آخر قبول اس ماہ نے

جب وہ حضرت عقد پر راضی ہوئے
شہ نے تب سامان شادی کے کئے

گر لکھوں میں حال اس سامان کا
ہو جدا تحریر دفتر دوسرا

بعد ازاں حمام میں بھیجا انہیں
اس لئے تا غسل واں جا کر کریں

غسل جس دم کر لیا اس ماہ نے
جوڑا شاہانہ منگا کر شاہ نے

وہ انہیں پہنایا ہو کر شادماں
شاد و خرم دل ہوا اس کا وہاں

بزم میں قاضی کو بلوایا غرض
شاہ نے قاضی سے فرمایا غرض

قاضی صاحب ہے یہی میری صلاح
میری دختر کا پڑھو ان سے نکاح

الغرض قاضی نے واں با عز و جاہ
عقد کے صیغے پڑھائے پیش شاہ

ہمنشیں موجود تھے حاضر وزیر
بیٹھے تھے باندھے صفیں سارے امیر

جب ہوا مجلس میں ایجاب و قبول
اہل حاجت کے ہوئے مطلب حصول

شاہ نے شادی کی ایسی دھوم کی — چشم گردوں نے نہ دیکھی تھی کبھی
مدح اس کی کب بھلا تحریر ہو — وصف میں اس کے نہ کچھ تقریر ہو
گر جلوس اس شادی کا اظہار ہو — ایک دفتر دوسرا تیار ہو
اس نظر سے مختصر میں نے لکھا — طول مطلب کو نہ ہو جائے سوا
اتفاقاً شاہ کے بیٹا نہ تھا — بس یہی تھی ایک دختر مہ لقا
اس لئے داماد کو باصد وقار — کر لیا اپنا ولی عہد اختیار
مل گئی شاہی کی مختاری انہیں — اختیار ان کا تھا جو چاہیں کریں

خبر یافتن جناب سید شرف الدین از شادی پسر سید عبد العزیز که با دختر بادشاہ کردہ بود ازیں باعث کہ فقیر را از حساب گیری ملک چہ نسبت است دعائے بدکردن برائے پسر خود جناب شرف الدین صاحب وفات یافتن سید عبد العزیز معہ دیگر حالات

لکھتے ہیں یوں راویان معتبر — پہنچی جب حضرتؒ کے والد کو خبر
زیب مکتب خانہ فرزند عزیز — یعنی وہ عبد العزیز باتمیز
کر چکے عقد اپنا دختر شاہ سے — ہو گئے مانوس عز و جاہ سے
حال شادی کا بھی اور مکتب کا بھی — اور حقیقت حال وہاں گذری جو تھی
ابتدا سے انتہا تک جو ہوا — شاہ شرف الدین سے لوگوں نے کہا
جب سنی حضرتؒ نے شادی کی خبر — روئے اقدس پر ہوا غم کا اثر
حال یہ سن کر مفصل ایک بار — ظاہراً جرأت ہوئی یہ ناگوار
سنتے ہی حضرتؒ یہ فرمانے لگے — کام یہ میری بلا مرضی کئے

پھر کہا حضرت نے اس سے ہے عجب
جو کیا ایسا اسے موقع تھا کب

شادی کرتا دیکھ کر موقع مقام
بے مری مرضی کئے کیوں ایسے کام

یعنی اظہار کرامت کیوں کیا
طالب دنیا ہوا ہو کر گدا

فقر و دولت کو بھلا نسبت ہے کیا
شہ کے گھر شادی سے کیوں راضی ہوا

یہ مراتب فقر کے ہیں برخلاف
امر یہ اس سے ہوا کیوں کر خلاف

برخلاف اس نے کیا یہ فقر کے
کب ہوا راضی میں ایسے فعل سے

مجھ سے بھی دریافت کرنا خوب تھا
بے مری مرضی کیا بیجا کیا

پوچھنا ماں باپ سے تھا پر ضرور
شک نہیں اس میں ہوا اس سے قصور

ناسزا اس کو ہوئے گا یہ بیاہ
زندگی باقی ہے اس کی چند ماہ

کاتب تقدیر نے جو ہے لکھا
ہوگا وہ تھوڑے دنوں میں برملا

کلمہ یہ حضرت نے جو فرما دیا
وہ بعینہ تھا لکھا تقدیر کا

ایک دن عبد العزیز باوقار
باغ کو جاتے تھے گھوڑے پر سوار

سیر کرتے پھرتے تھے با کر و فر
اک تماشا گاہ تھا وہ رہگذر

جاتے تھے حضرت بصد جاہ و حشم
دل پہ ان کے تھا نہ ایک ذرۂ الم

کیا لکھوں میں اس سواری کا جلوس
لطف سے بجتے تھے واں قرنا و کوس

ہر طرف اسوار پیدل کا ہجوم
تھی نقیبوں کے جلو ریزی کی دھوم

اک گروہ اس وقت ان کے ساتھ تھا
یاں تھے پیدل واں سواروں کا پرا

شان و شوکت سے سواری تھی رواں
کتنے پیدل آپ کے پیچھے رواں

آپ کے ہمراہ تھے جو چوبدار
ان کی تھی ہٹ جاؤ کی ہر دم پکار

پر سنو تقدیر کا اس دم بیاں
ہے نہایت رنج کی یہ داستاں

شاہزادہ تھا جو گھوڑے پر سوار
کھائی اس گھوڑے نے ٹھوکر ایک بار

کھا کے ٹھوکریاں سوارِ نازنیں　　گر پڑا وہ اسپ بر روئے زمیں
ہو گئے گھوڑے سے جسم یہ جدا　　کی وہیں اللہ اکبر کی صدا
جسمِ اقدس جب زمیں سے آملا　　نیزہ برہم صاف گردن کا ہوا
روح قالب سے ہوئی فوراً رواں　　گر پڑا فوراً زمیں پر آسماں
سب وہ جلوہ درہم و برہم ہوا　　سب وہ مجمع مجمع ماتم ہوا
یا گلستاں تھی سواری کی بہار　　مثلِ بلبل یا ہر اک تھا زار زار
یا سواری میں تھا اسپِ خوش خرام　　یا بنا تابوت اور چھوٹی لگام
ہر طرف یا تھی نقیبوں کی صدا　　یا ہوا واں نعرہ وا حسرتا
بدلے ہٹ جائیے کے یہ چوبدار　　ہائے کے کرتے تھے نعرے بار بار
پہنچی جس دم یہ خبر اس شاہ کو　　بھولا سب وہ اپنے عیش و جاہ کو
وہ ہوا صدمہ کہ خالق کی پناہ　　دیر تک ساکت رہا وہ بادشاہ
جب محل میں بھی ہوا ظاہر یہ حال　　یعنی اب اقبال کو آیا زوال
یک بیک ماں باپ پر چھایا الم　　رانڈ ہونا بیٹی کا ہے سخت غم
ہو گیا ماتم کدہ گلزار گھر　　پڑ گیا کہرام اُس جا سر بسر
کوئی روتا تھا کوئی پیٹے تھا سر　　ہاتھ اپنے مل رہا تھا ہر بشر
آنسو آنکھوں سے رواں اک اک کے تھے　　رنج چہروں سے عیاں ہر اک کے تھے
کوئی کہتا تھا کھڑا اے میرے رب　　اتنے سن میں بیوہ ہونا ہے غضب
کیا کہوں اس درد و غم کا ماجرا　　الغرض سب شہر کو ماتم ہوا
بعد گریہ یوں وزیروں نے کہا　　اب کرو ساماں ان کے دفن کا
غسل اور تجہیز و تکفیں کرکے اب　　دفن کرنا چاہیئے با صد ادب
وہ جو دہلی میں مقامِ پاک ہے　　واں نشانِ صاحبِ لولاک ہے

ہے نشاں اس جا قدم کا سنگ پر — اہلِ دیں کے روبرو ہے معتبر
واں ہوئے مدفون وہ عالی جناب — ہے زیارت گاہ تا روزِ حساب
شاہِ مرداں ہی ہے وہ مشہور جا — جنت الماویٰ کہیں تو ہے بجا

نوحہ زاری کردن بعد دفن شدن جناب سید عبد العزیز صاحب مرحوم و مغفور

کہتے ہیں یوں راویان باتمیز — دفن جس دم ہو چکے عبد العزیز
تین دن کھانا نہ پینا واں رہا — کچھ نہ تھا اس شہ کے گھر غم کے سوا
کوئی کہتا تھا قیامت آگئی — گم ہوئی عشرت مصیبت آگئی
کوئی کہتا تھا کہ آقا ہائے ہائے — ہوگئی تاریک دنیا ہائے ہائے
تھا کسی کا نوحہ دہلی لٹ گئی — ہائے یہ گلزار بستی لٹ گئی
کوئی کہتا تھا کہ ہے سینہ میں داغ — بجھ گیا افسوس دہلی کا چراغ
سخت ہے روز سیوم کا ماجرا — وادریغا کس زباں سے ہو ادا
آیا رنڈسالہ کا جوڑا جس گھڑی — رو دیا مخلوق جتنی تھی کھڑی
پھینکا زیور شاہزادی نے تمام — پہنا رنڈسالہ کا جوڑا سیاہ فام
جب یہ نقشہ شاہزادی کا ہوا — شہ کے محلوں میں ہوا محشر بپا
شاہ کے گھر غم کا یہ عالم رہا — تا بہ چہلم بس یہی ماتم رہا

حاضر شدن شاہزادی یعنی بیوہ جناب عبد العزیز مذکور و مغفور بخدمت جناب سید شرف الدین صاحب بسمت امروہہ معہ دیگر حالات کہ متعلق ایں روایت است

لکھتے ہیں یوں راویان معتبر — دیتے ہیں یہ بعد چہلم کی خبر

جس گھڑی جہلم سے پایا انفراغ
شمع ساں روشن تھا سب کے دل کا داغ

پر حمل شش ماہ شہزادی کو تھا
اس لئے کچھ خوش تھا دل ہر ایک کا

ایک دن شہزادی بیوہ نے کہا
اماں جاں قسمت کا ہونا ہو چکا

مجھ کو اب سسرال میں تم بھیج دو
بابا صاحب سے اجازت جا کے لو

میرا اس جا پر یہی ہوئے گا نباہ
حکم دو لوں یاں سے امروہہ کی راہ

بیٹی سے یہ سن کے ماں نے یوں کہا
میری نور عین واں ہرگز نہ جا

ان کے گھر تو ہے فقیری فاقہ ہے
ہے غضب فاقوں پہ تو آمادہ ہے

سنتی ہوں یہ سب سے میں وہ ہیں فقیر
فاقہ کش کے در پہ کیوں جائے امیر

بولی شہزادی یہ تم نے کیا کہا
وہ تو ہیں مقبول رب اور با خدا

غور تو دل میں کرو سوچو ذرا
آہو کی بندش کا وہ تم ماجرا

کیا نہیں اس کی ہوئی تم کو خبر
بو علی سے جو ہوا تھا کوہ پر

پھر تو ماں خاموش اس کی ہوگئی
کر کے یوں شور و فغاں کہنے لگی

کچھ بھی ہے پر واں نہ جا بہر خدا
تو اسی گھر رہ یہیں بہر خدا

اس کی ماں نے ہر طرح اس سے کہا
وہ نہ مانی ماں کا کہنا کچھ ذرا

الغرض پھر اس کی ماں نے حال سب
شہ سے جا کر یوں کہا با صد ادب

اے شہا سنیئے ذرا دل سے بغور
کرتی ہے شہزادی تم سے عرض اور

اس طرح وہ عرض کرتی ہے شہا
ہو گیا قسمت کا یہ میری لکھا

کہتی ہے سسرال کو میں جاؤنگی
واں رنڈاپا جا کے میں بہلاؤنگی

کہتی ہے مجھ کو فقیری ہے قبول
دولت دنیا ہے یہ امر فضول

اب مرا رہنا ہے یاں امر محال
سلطنت پر آگیا میری زوال

یہ خبر سن کر ہوا چپ بادشاہ
پھر کہا گھر ہو گیا میرا تباہ

آخرش مجبور تھے سب اہل درد
بھرتے تھے فرقت میں اس کی آہ سرد

الغرض ماں باپ اور سب نے کہا — پر نہ مانی شاہزادی مُطلق
قصہ کوتاہ جب ہوئے مجبور سب — اس کی رخصت کا کیا ساماں سب
ہوکے رخصت شاہزادی دل جلی — سلطنت کو چھوڑ کر واں سے چلی
تھا مقدم حکمِ شہ سب کچھ لیا — مال بھی پروانہ بھی جاگیر کا
کارخانے ساتھ تھے ہر چیز کے — اونٹ بھی ہمراہ تھے زر کے بھرے
تھے کئی افسر حفاظت کے لئے — ساتھ تھے ان کے سواروں کے پرے
ساتھ اس کے تھے سپاہی اور غلام — فوج کا جرنیل بھی با احتشام
الغرض کب تک لکھوں وہ حال اب — ساتھ تھیں اس کے کنیزیں با ادب
ساز و ساماں ساتھ اس کے اس طرح — قاعدہ شاہوں کا ہوئے جس طرح
اس طرف گنگا سے جب لشکر ہوا — شکر حق تب شاہزادی نے کیا
شکرِ حق کر کے کیا دل میں خیال — ساس و سسرے ہیں مرے حسبِ کمال
دل کے جو مقصد ہیں بر آویں سبھی — ان کی خدمت میں رہوں میں دل جلی
دل سے یہ تقریر شہزادی کی تھی — قرب امروہہ سواری آگئی
اک جگہ پر خیمہ زن لشکر ہوا — ہوگیا یاں مطلع چھوٹا بڑا
پایا لشکر نے جب اک جا پر قرار — نزد حضرت آیا تب واں سے سوار
اس لئے آیا سوارِ معتبر — دی وہ شہزادی کے آنے کی خبر
روبرو حضرت کے استادہ ہوا — دست بستہ ہو کے یوں کہنے لگا
بھیجا شہزادی کا یاں آیا ہوں میں — اور سلام با ادب لایا ہوں میں
بعد اس کے یوں عرض کرنے لگا — سارا قصہ اس حقیقت حال کا
شاہزادی کے رنڈاپے کا بھی حال — اور لانا ساتھ میں مال و منال
باپ اور مادر کو غمگیں چھوڑ کر — صدق دل سے آنا سب سے توڑ کر

حاملہ ہونے کا بھی سب ماجرا　　خدمت والا میں سب ظاہر کیا
سن کے حضرت نے یہ ساری داستاں　　یوں کہا اس معتمد سے اُس زماں
حال سب آغاز سے انجام تک　　پہنچا الہام خدا سے مجھ تلک
مطلقاً تحقیق کی حاجت نہیں　　یاں کوئی تصدیق کی حاجت نہیں
بعد ازاں پھر اپنے خادم سے کہا　　کہہ میری جانب سے شہزادی سے جا
یوں بیاں تو کیجیو بعد از دعا　　تم جو رہنے آئیں یاں میں خوش ہوا
یہ جو سامان امارت لائی ہو　　سب کا سب باپ کے گھر پھیر دو
جو تمہیں گھر میرے رہنا ہے ضرور　　مال دنیا کا کرو جلد تم دور
جب فقیروں سے تمہارا دل ہوا　　مال دنیا سے تمہیں پھر کام کیا
جو کچھ ساماں تمہارے ساتھ ہے　　پھیر دو عزت خدا کے ہاتھ ہے
اور تجھے دولت کی خواہش ہے اگر　　بادشاہی تیرے والد کے ہے گھر
یہ جو دولت تم یہاں لائی ہو　　باپ کے گھر جا کے اس کو کھاؤ
خواہش دولت اگر تجھ کو ہے اب　　مفلسی کا مت اٹھاؤ رنج و تعب
باپ کے گھر ہے ترے جاہ و حشم　　مفلسی کا واں نہیں کچھ رنج و غم
گر تمہیں منظور ہے دولت کا ساتھ　　یاں کے آنے سے اٹھاؤ اپنا ہاتھ
میرے گھر آئیں اگر تم زر بکف　　سب یہ دولت مفت ہوئے گی تلف
مال دنیا تم اگر لائیں یہاں　　لوٹ لیویں گے لٹیرے بے گماں
اہل دنیا کچھ دغا سے کھائیں گے　　چور چوری سے چرا لے جائیں گے
جو تمہیں آنے کا ہے یاں کچھ خیال　　اور یہ گھر ہے تمہارا بے مقال
دولت دیں کی اگر رکھتی ہو چاہ　　فقر سے آ کر کرو میرے نباہ
ساتھ دو گی تم اگر اس فقر کا　　جاہ و دولت سے تمہیں پھر کام کیا

میں تو ہوں عاجز فقیرِ کردگار
کھانا نانِ خشک ہے میرا شعار

ہے توکل پر سدا اپنے گذر
رکھتے ہیں فضلِ خدا پر ہم نظر

دولتِ دنیا سے ہے ہم کو حذر
جانتے ہیں ہیچ سب یہ مال و زر

بہتر از مسند ہے یہ فرشِ زمیں
ہم کو حبِ جاہ و دولت کچھ نہیں

تم اگر یہ فقر کر لو گی قبول
فضلِ حق سے ہوئیں گے مطلب حصول

یاں کے آنے میں ہے اک رازِ نہاں
وہ کھلے گا تم اگر آؤ گی یہاں

ہے جو تیرے بطن میں اک مہ لقا
وہ امانت ہے مرے فرزند کا

نسل اسکی تا قیامت یاں رہے
اور یہ امر وہ سدا پھولے پھلے

رسم شاہی اور فقیری کی سدا
یاں رکھے اولاد میری سب بجا

شیوہ یہ تیرے سبب جاری رہے
فقر و دولت دونوں میں یاری رہے

چھوڑ دولت فقر کا کر اعتبار
دل سے کر الفقر فخری اختیار

باپ کے گھر پھیر دے مال و منال
چھوڑ دنیا ترک کر سارے خیال

ہے یہ میرا قول اسرارِ نہاں
خانۂ درویش ہے سب کچھ ہے یاں

تم نے واں دولت کا چکھا ہے مزا
آکے یاں اب فقر کی لذت اٹھا

عرض کردن خادم حضرت سید شرف الدین جنت آرام گاہ روبرو شہزادی وعمل کردن شہزادی برفرمود آنحضرت وحاضر شدن شاہزادی بخدمت موصوف

تھا وہ خادم خاص اور با اعتبار
آیا در دربارِ دختِ شہریار

ساتھ شہزادی کے جو سردار تھا
پہلے اس سے جا کر وہ خادم ملا

جا کے اس خادم نے ان سے کہا — آیا ہوں میں بھیجا شرف الدین کا
لایا ہوں حضرت کا کچھ پیغام اب — ہے یہی یاں میرے آنے کا سبب
شاہزادی کو خبر میری کرو — جو وہ فرمائے تم آ مجھ سے کہو
منتظر شہزادی کے ہوں حکم کا — جیسے فرماوے وہ میں لاؤں بجا
ہیں جو اس جا محرمانِ خوشخصال — جا کہا سردار نے ان سے یہ حال
ان کنیزوں نے یہ سن کر دوڑ کر — جلد شہزادی کو دی جا کر خبر
باندھ کر دستِ ادب یوں عرض کی — اک ملازم خاص آیا ہے ابھی
کہتا ہے وہ شاہزادی سے ہے کام — ہے مجھے کچھ اس سے کہنا لا کلام
میرا اس سے ہے فقط بس اتنا کام — شاہ شرف الدین کا لایا ہوں پیام
سنتے ہی شہزادی نے ان سے کہا — آیا خادم یہ بہت اچھا ہوا
یہ جو تم کہتی ہو کہ ہے یہ بھلے — پردۂ عصمت تلک لاؤ اسے
میرے دل میں اب کی ہے آرزو — خود سنوں اور خود کروں کچھ گفتگو
وہ کنیزیں الغرض لائیں بلا — اور اسے حاضر درِ خیمہ کیا
ان کنیزوں نے یہ پھر جا کر کہا — اب وہ خادم ہے درِ خیمہ پر کھڑا
شاہزادی نے خبر پائی یہ جب — پاس پردے کے کیا اس کو طلب
ان کنیزوں نے وہاں حاضر کیا — اس کو لا کر جس جگہ کا حکم تھا
شاہزادی نے یہ خادم سے کہا — آیا جو پیغام تو لے کر سنا
معتمد نے باندھ کر دستِ ادب — کہہ دیا جو کچھ تھا پیغام سب
جبکہ خادم سے سنا صدق مقال — راستی کا ہو گیا دل کو خیال
تھا کلام راست بے ریب و ریا — سن کے یہ خالص عقیدے سے کہا
شاہزادی نے کہا خادم سے تب — ان کے گھر میں خیریت سے ہیں تو سب

قبلہ و کعبہ کا خوش تو ہے مزاج — ان کی خدمت کی مجھے ہے احتیاج

بعد ازاں پھر دل سے یوں کہنے لگی — شاہزادی اس طرح سے اس گھڑی

آرزو جو خدمت والا کی تھی — اب مرے اللہ نے وہ مجھ کو دی

حمد بے حد اس خدائے پاک کو — جس نے پوری کی میری یہ آرزو

معدنِ صدق و صفا ہیں وہ جناب — سرگروہ اولیاء ہیں وہ جناب

گو کہ شہنشاہ کی جائی ہوں میں — ان کے دامن کے تلے آئی ہوں میں

دیں دعائیں دل سے بس بسیار تر — اور کہا آباد ہو اب تیرا گھر

دل کے مقصد اب مرے حاصل ہوئے سب — ہیں ہوا راضی خدا راضی ہوا اب

ہو گئی بس شامل اہل و عیال — ہو کے خوش رہنے لگی وہ نیک حال

الغرض دل میں وہ یہ کہتی ہوئی — خدمت اقدس میں حاضر ہو گئی

دیکھ کر حضرت بہو کو سامنے — دست شفقت پھیرنے سر پہ لگے

روز و شب طاعت سے رکھتی تھی خیال — عابدہ وہ تھی بہت نیکو خصال

بندگی حق میں رہتی تھی مدام — اس کو دنیا کا نہ تھا کچھ اور کام

چند روز آسودہ ہو کر سر بسر — شاہزادی کو ہوا درد کمر

وا کے ماں تک راہ تھی جو دور تر — یہ مصیبت دیکھی تھی کب عمر بھر

جو کہ ششماہی اسے امید تھی — درد زہ ایسا ہوا ساقط ہوئی

جبکہ بچہ پیٹ سے ضائع ہوا — نالہ و شیون ہوا گھر میں بپا

تب کنیزوں نے یہ سارا حال زار — عرض حضرت سے کیا ہو اشکبار

سن کے حضرت نے کنیزوں سے خبر — ہانڈی ایک کوری منگائی جلد

رکھ کے پنبہ اس میں وہ بچہ رکھا — اور نئے سرپوش سے اس کو ڈھکا

آپ نے پھر آرد گندم منگا — بند منہ ہانڈی کا اس سے کر دیا

بعد ازاں پھر آپ نے چھینکا منگا — اس میں رکھ ہانڈی کو آویزاں کیا

اس جگہ جس جا پہ پڑھتے تھے نماز ۔ وہاں رکھی ہانڈی بحکم کارساز
اور تسلی دے کے سب سے یوں کہا ۔ دل قوی رکھو کہ بہتر ہوئے گا
وہ مصوّر ہے وہ صانع ہے قدیم ۔ یہ بھی ہے سرِ خداوند کریم
وِرد تھا حضرت کا یہ بعد از نماز ۔ کرتے تھے دل سے دعا اے کارساز
ہے تو خالق اور رحیم بے نیاز ۔ منکشف ہو جائے جو ہے اس میں راز

بیان جنبش کردن ہانڈی معہ اونگ بباعث جاندار شدن آں طفل کہ ساقط شدہ بود بہ برکت دعائے جناب سید شرف الدین صاحب و دیگر حالات و معہ انتقال ہائے شہزادی و جناب سید شرف الدین صاحب مرحوم و مغفور معہ تاریخ و سال و ماہ جنّت آرام گاہ

آگے یوں لکھا ہے راوی باخبر ۔ نو مہینے جبکہ گذرے سر بسر
ہانڈی آویزاں اسی دستور تھی ۔ وہ امانت اس میں سب مستور تھی
جب ہوئی تولید کی مدت تمام ۔ تب کیا اللہ نے یہ اہتمام
یک بیک چھینکا معہ ہانڈی ہلا ۔ اور سنی رونے کی بچے کی صدا
حق کا اس دم آپ نے سجدہ کیا ۔ شکر کی دو رکعتیں لائے بجا
ہو گئے سب جمع پھر اہل و عیال ۔ سجدے سے اٹھے وہ شاہ باکمال
چھینکے سے ہانڈی اتروا کر کہا ۔ اے بہو اپنی امانت کو اٹھا
خالق اکبر وہ با اکرام ہے ۔ وہ ہے معطی صاحب انعام ہے
شکر کا سجدہ تو پہلے کر ادا ۔ گود میں لے ور دودھ اب اس کو پلا
فوراً اس نے سنتے ہی پڑھ کر نماز ۔ کر کے شکر کارساز بے نیاز
لے لیا گودی میں وہ بچہ اٹھا ۔ شیر کا طالب ہوا وہ ماہ لقا

زیست کا سامان خدا نے یوں کیا — شیر جاری شاہزادی کے ہوا
پرورش کا ہو گیا سب اہتمام — سید راجہ رکھا حضرت نے نام
تھا وہ لڑکا بھی عجیب بدر کمال — اور چہرہ سے عیاں جاہ و جلال
ماں نے جب خالق سے پایا ایسا لال — تھی نثار اس پر بہ دل وہ خوش خصال
روز و شب تھا پلنے سے اس کو کام — اور عبادت حق کی کرتی تھی مدام
پیارا تھا آنکھوں کا تارا تھا وہی — زندگی کا بھی سہارا تھا وہی
پرورش پا کر ہوا لڑکا جوان — قدرت حق سے خدا کی تھی یہ شان
وقت پر اپنے بحکم ذوالجلال — ہو گیا شہزادی کا بھی انتقال
مرقدِ شاہِ ولایت کے قریب — نیک جا اس کو ہوا مدفن نصیب
سید راجہ کی نسل پاک سے — اور طفلِ سید لولاک سے
شہر امروہہ جو ہے پھولا پھلا — ہے ریاست گاہ یہ سادات کا
تھے بڑے بیٹے جو سید میر علی — ان کی بھی اولاد سب پھولی پھلی
میر علی صاحب کی بھی اولادیاں — ہے خدا کے فضل سے آباد یہاں
تھے جو شرف الدین جی صاحب کمال — جب ہوا دنیا سے ان کا انتقال
ہجری تھی اس وقت میں سن سات سو — اس کے آگے کچھ نہیں بس چپ رہو
شاہ شرف الدین ولی باکمال — پہنچے جنت میں بحکم ذوالجلال
پہنچے تھے جنت میں جس دن وہ ولی — لکھتا ہوں اس روز کی تاریخ بھی
پہنچے جنت میں جو وہ عالی نسب — دن وہ تھا اکیسویں (٢١) ماہ رجب

احوالِ سکونت اولاد آنحضرت یعنی جناب شرف الدین صاحب مرحوم اولاد ہر دو فرزندان در موضع خود کہ از جناب شاہی بود معہ دیگر حالات

کہتا ہے یوں راوی رنگین بیاں — بعد حضرت کے بڑھی اولادیاں

جو ہوا پیدا ہوا عالی شکوہ — رفتہ رفتہ ہو گیا اچھا گروہ
چند اس دربارِ شاہی میں گئے — منصب عالی انہیں شہ نے دئے
تھا جو شامل حال فضل ایزدی — جس مہم پر یہ گئے سر ہو گئی
پائے تھے انعام میں جاگیر و زر — مقدرت حاصل ہوئی یوں سر بسر
یوں جو افضال خدا شامل ہوئے — زور و زر دونوں انہیں حاصل ہوئے
پھر تو جو دربار شاہی میں گیا — روزگار اس کا بہت اچھا ہوا
ساسا چندن جو یہاں کا راجہ تھا — بانیٔ شر تھا وہ ظالم ظلم کا
تھا وہ مانع دین کے احکام کا — پُر غرور اور دشمن اسلام تھا
نام سے اسلام کے جلتا تھا وہ — بت کی پوجا روز و شب کرتا تھا وہ
عدل اور انصاف سے وہ دور تھا — خالق اکبر کا وہ مقہور تھا
سنگدل ظالم تھا وہ حد سے سوا — ظلم سے راجہ کے ہر اک تنگ تھا
اپنی دولت پر بہت مغرور تھا — حیلہ ساز و زانی و پُر زور تھا
سب رعایا اس کی جو ماتحت تھی — کہتی تھی غارت ہو یہ راجہ ابھی
ظلم کرتا ہے یہ راجہ بے سبب — حد کو پہنچا ظلم اس راجہ کا اب
ہو کوئی سامان ایسا غیب سے — ظلم کی یارب سزا اس کو ملے
یا الٰہی جلد ہو ایسا سبب — غارت ہوئے راج اس راجہ کا سب
ہو گئی ان کی دعا مقبول رب — اس طرح حق نے کیا سامان تب
یاں کے باشندے جو سیادات تھے — فضل حق سے خوب خوش اوقات تھے
صاحب منصب تھے اور جاگیردار — ان پہ تھا ہر طرح فضل کردگار
رتبہ عالی دیکھ کر سادات کا — اپنے دل میں جلتا وہ بے آگ تھا
اس کا قابو اس پہ کچھ چلتا نہ تھا — اس سے سید ایک بھی ڈرتا نہ تھا

دل میں اس ظالم کے بس یہ فکر تھی
کیا عجب دیں مجھ کو یہ ایذا ابھی

ان پہ ہے الطاف شاہی اس قدر
یہ ابھی چاہیں تو پہنچا دیں ضرر

اس کے دل میں اس طرح آیا خیال
کیجئے سادات سے اب یہ سوال

جو علاقے شہ سے تم نے پائے ہیں
ہے مناسب آپ جو اس جا رہیں

یا انہوں نے ہی کیا کچھ بندوبست
کیوں رہیں ہو کر ہم اس کے زیردست

اپنی ہم جاگیر کو دلویں جلا
واں رکھیں اپنی سکونت برملا

سید راجہ کی جو اولاد ہے
ساکن میراں سرائے وہ سب ہوئے

یہ جو واں جا کر رہے عالی مقام
ان کے رہنے سے ہوا یہ اس کا نام

نام اس کا پہلا تو کچھ اور تھا
ان کے رہنے سے ہوا میراں سرا

جتنی تھی اولاد سید شیر علی
سید پور میں اپنی رغبت سے رہی

اس جگہ کا نام پہلا اور تھا
جب ہوا مسکن یہاں سادات کا

تب ہوا نام اس جگہ کا سید پور
ہو گیا مشہور ہر جا دور دور

کچھ نہ غم تھا اور تھا نہ کچھ خیال
دوری درگاہ کا تھا غم کمال

روز و شب آتے تھے مرقد پر یہاں
مطلب دل کرتے تھے جد سے بیاں

دونوں بیٹوں کی اگر اولاد سے
مرتا کوئی دفن یاں کرتے اسے

دور سے لانا جنازہ تھا محال
یہ بڑی تکلیف تھی سب کو کمال

دو جگہ دو بیٹوں کی اولاد تھی
اتفاق ایسا تھا جیسے ایک کی

ان کی آمد رفت واں تھی ان کی یاں
گویا دو قالب تھے اور تھے ایک جاں

وہ فدا ان پر تھے یہ ان پر فدا
دو جگہ ساکن تھے گویا ایک جا

سید پور کی راہ میں تھی اک ندی
سوت جس کا نام ہے وہ بہتی تھی

زور اس کا ان دنوں یاں ایسا تھا
ناؤ بیڑا لگ سکے یہ دخل کیا

حال یہ اس کا تھا ہر برسات میں | ایک دن میں ناؤ یا اک رات میں
پار ہوتی تھی یہ اس کا حال تھا | جانا اور آنا بہت اشکال تھا
رنج و ایذا دونوں اس سے پاتے تھے | جب یہ چڑھتی تھی نہ آتے جاتے تھے
سخت عاجز سوت نے تھا کر رکھا | ناک میں دم اس سے تھا ہر ایک کا

داستان در بیان احوال شہر امروہہ و تکلیف یافتن از ندی سوت و دعا کردن اولاد حضرت سید شرف الدین معہ جملہ سادات دیگر بر قبر انور جد امجد خود برائے خشک شدن ندی مذکور و برائے یافتن شہر موصوف و قبول شدن دعائے سادات بدرگاہی قاضی الحاجات

اب سناؤں شہر کا میں کچھ بیاں | گوش دل سے یوں سنو یہ داستاں
جو ملازم رہتے تھے سادات میں | ان کو یہ ایذا تھی ہر دن رات میں
شہر میں رہتے تھے نوکر تھے وہاں | آمد و شد ان کو ہوتی تھی گراں
اپنے مخدوموں سے شاکی تھے یہ سب | آمد و شد ہم کو ہے دشوار اب
ایک تو دریا کی طغیانی سے ہم | دوسرے راجہ کے بے حد ہیں ستم
آقا صاحب ہیں بہت مجبور ہم | اس سبب سے ناک میں آیا ہے دم
حال دل تم سے سوا کس سے کہیں | ظلم نے راجہ کے مارے ہیں ہمیں
کوئی تو تدبیر ایسی کیجئے | شہر راجہ سے کسی ڈھب لیجئے
خادموں سے سب نے مل کر یہ کہا | ہوگا جب موقع تو دیکھا جائے گا
اتفاقاً موسم برسات تھا | سید پور میں جو کسی نے کی قضا
بعد گریہ کے دیا غسل و کفن | اور لے کر ساتھ اپنے گورکن

شہر کو اس کا جنازہ لے چلے
چڑھ رہی تھی سوت یہاں آکر رُکے

کوئی صورت پار ہونے کی نہ تھی
موج زن تھی حد سے باہر بہتی ندی

اہلِ میت نے کہا جو ہو سو ہو
ناؤ پا تھا دے کے یہاں سے لے چلو

الغرض لے نام شاہ ذوالفقار
رکھ جنازہ کشتی پر ہو کر سوار

سوئے امروہہ چلے وہ دل کباب
خوف سے تھا یہ جگر ہر اک کا آب

کشتی چکرائی تھی آتا جب بھنور
ہوتا تب صدمہ ہر اک کی روح پر

جب قریب دھار پہنچے تو سبھی
متفق ہو کر پکارے یا علیؑ

اک جگہ چکرائی کشتی اس قدر
ڈوبنے میں کچھ نہ باقی تھی کسر

ورد تھا سب کا جو اِن نام علیؑ
ڈوبنے سے ہر جگہ کشتی بچی

مختصر یہ بھی مصیبت وہ سہی
عمر بھر جو ایک نے دیکھی نہ تھی

یوں مدد اسم مبارک کی ہوئی
ڈوبتی کشتی کنارے آ لگی

لے جنازہ خیر سے اترے سبھی
اور بجا لائے دو رکعت شکر کی

الغرض درگاہ میں آئے یہ جب
قاصد ایک میراں سرا کو پہنچا تب

ان کے مرنے کی خبر دی جا کے ٹھیک
تاکہ ہوں وہ دفن میں آکے شریک

جا کے قاصد نے خبر واں انکو دی
گورکن نے قبر یہاں تیار کی

یہ خبر پائی تو واں سے سب چلے
منتظر یاں ان کے تھے چھوٹے بڑے

یاں پہنچ کر کی ادا رسم سلام
اہلِ میت سے کیا پھر یہ کلام

یہ کہو تو کیا مرض ان کو ہوا
تھا معالج کون اور کیا دی دوا

غلبہ بیماری کا کتنے دن رہا
وقت کیا تھا جب انہوں نے کی قضا

جو مفصل حال تھا ان سے نہاں
اہلِ میت نے کیا وہ سب بیاں

سن چکے جس وقت ان کا حال سب
یوں لگے کہنے وہ صاحب ان سے تب

تم نے ہم کو اطلاع پہلے نہ دی — بولے یہ بھی زور پر تھی یہ ندی
اور کیا سارا بیاں کشتی کا حال — آئے ہیں یہاں تک بفضل ذوالجلال
تھا تمہیں تکلیف دینا کب گوار — بھیجا ہم نے آدمی جب آئے یار
پڑھ نماز میت اور تلقین بھی — رکھ کے تختے اور مٹی سب نے دی
کار میت سے فراغت جب ہوئی — تب صلاح آپس میں یہ واں سب نے کی
جلد کے روضہ پر برہنہ سر چلو — اور دعا یہ مل کے سب اس جا کرو
سوت سوکھے یا یہ امروہہ ملے — یا کہ ہم مر جائیں سب چھوٹے بڑے
یوں ہی جا کر سب نے با عجز و نیاز — کی دعا مرقد پہ یہ اے کارساز
یہ ندی سوکھی ملے یا ہم کو شہر — یا ہمارا خاتمہ کر تو بخیر
واسطہ دیتے ہیں ہم اس گور کا — کر اجابت یا الٰہی یہ دعا
بعد اس کے سب نے ٹھہرائی یہ بات — تنگ راجہ ہو کرو کچھ اس سے بات
موقع پا کر خادموں نے یہ کہا — ہم کو جو کچھ حکم دو لا دیں بجا
لادیں گے راجہ کا دم ہم ناک میں — کبر و نخوت سب ملا دیں خاک میں
گوشت گاؤ کا کنوئیں میں ڈال دیں — اور شوالوں میں سری پائے رکھیں
ہم گھروں میں چھپ کے سب پھینکیں تمام — خون سے آلودہ کریں دیوار بام
جو کہ پہرے دہ بٹھا دیں گو ہزار — بند ان کے ہاتھ سے ہو یہ نہ کار
پہرے والے خود کریں گے ایسا کام — دیں گے ہم اس کے عوض میں ان کو دام
ہم نہ مرنے سے ڈریں گے مطلقاً — آپ حامی ہیں تو پھر پرواہ ہے کیا
الغرض سب اپنے اپنے گھر گئے — کام یہ اس روز سے ہونے لگے
ساسا چندن نے بہت کد اس میں کی — ہاتھ آیا پر نہ اس کے ایک بھی
وہ یہ سمجھا کام ہے سادات کا — گر پکڑ لیویں تو ہو قصہ بڑا

کارپردازوں سے شوئی اپنے کر — عرضیاں دیں شاہ کو سادات پر
اتفاقاً پہلے عرضی ان پہ دی — تھا جنہیں مدت سے حکم اردلی
شاہ نے اس کی جو تحقیقات کی — روبکاری ہو کے وہ جھوٹی ہوئی
پھر جو عرضی اور دی جھوٹی پڑی — شاہ نے تحقیق گرچہ خوب کی
سب کی سب وہ عرضیاں باطل رہیں — شاہ کے دفتر میں سب داخل رہیں
روز جائیں عرضیاں سادات پر — لیکن ان کا کچھ نہ ہوتا تھا اثر
عرضیاں سادات پر گذری جو تھیں — سب کی سب وہ شہ کے دفتر میں رہیں
جبکہ شہ کو عرضیاں دیں بے شمار — اور ہوا شہ کو نہ ان پر اعتبار
یوں لکھا دہلی سے ایک صاحب نے تب — عرضیاں جھوٹی ہوئیں راجہ کی سب
وقت ہے اب اور ہے پورا سبب — ڈھب لگے تو مار لو راجہ کو سب
پھر تو جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا — وقت ہاتھ ایسا نہ ہرگز آئیگا
خط جو یہ آیا یہاں میراں سرا — خوش ہوا پڑھ کر ہر ایک چھوٹا بڑا
دونوں بیٹوں کی غرض اولاد کا — مشورہ باہم تب یہ ہونے لگا
کچھ کرو تدبیر ایسی سوچ کے — جان سے اپنی نہ یہ راجہ بچے
تھے جو دانا یہ کہی ان سنئے بات — اور ٹھہرو چند دن اور چند رات
شادی ختنہ جو ہے میراں سرا — جمع ہو واں قوم کا چھوٹا بڑا
ہیں ہمارے بھائی جتنے وہ بھی اب — لے کے رخصت شاہ سے آئیں گے سب
دے کے عرضی اس خوشی میں آئیں گے — رخصت شادی وہ شہ سے لائیں گے
رائے ٹھہرے سب کی جو وہ ہم کریں — گر خدا چاہے تو پھر اچھے رہیں

بیان بیڑا برداشتن سید عبدالہادی صاحب بر قتل راجہ

ساسا چندن مذکور قوم تنگا وکشتہ شدن اواز دست
سید عبدالہادی صاحب ملقب از خطاب شاہی کالے پہاڑ اند

فضل خالق سے وہ دن بھی آگیا ۔ اور جمع چھوٹا بڑا سب اں ہوا
واسطے اس مشورے کے اک مکان ۔ کر مقرر بیٹھے سب باعز وشان
سید عبدالہادی بیٹھے در کی آڑ ۔ جن کا تھا شاہی لقب کالا پہاڑ
رائے اپنی اپنی وہاں دیتے رہے ۔ جو جسے سوجھی وہ سب کہتے رہے
ایک صاحب رائے نے یہ رائے دی ۔ جو پسند اس جلسے میں سب کو ہوئی
بیڑا منوا کر منگاؤ اب یہاں ۔ اور سنادو سب کو تم یہ داستاں
جو کوئی چاہے اسے لیوے اٹھا ۔ قتل راجہ پر ہے یہ بیڑا رکھا
الغرض اس بزم میں بیڑا منگا ۔ سونے چاندی کے ورق اوپر لگا
ایک صاحب نے وہاں لاکر رکھا ۔ اس طرح سے جس طرح دستور تھا
وہاں جو بیٹھے تھے وہ سید در کی آڑ ۔ شاہ کہتے تھے جنہیں کالا پہاڑ
سید راجہ کی نسل پاک سے ۔ تھے یہ سید بے بدل پیدا ہوئے
یہ بہادر اور شجاع اور سور تھے ۔ زور میں اور جنگ میں مشہور تھے
اٹھا در کی آڑ سے وہ باخدا ۔ نام حق لے کر لیا بیڑا اٹھا
منہ میں رکھا اس کو چبایا آپ نے ۔ قتل پر راجہ کے کھایا آپ نے
سج کے ہتھیار ہو کے گھوڑے پر سوار ۔ سوئے امروہہ چلے وہ باوقار
راہ میں سائیس کو سمجھا دیا ۔ شہ نشیں کے نیچے ہو گھوڑا کھڑا
اوچھے پاؤں سے دیں ٹہلائیو ۔ دن جو آخر ہو تو واں ٹھہرائیو
آدمی سمجھے نہ اک جا ہے کھڑا ۔ بلکہ جانیں گھوڑا ہے یہ ٹہلتا

الغرض کچھ دن رہے پہنچے وہاں
راجہ تھا اس دم محل کے درمیاں

پہرا داروں نے اسی دم جلد تر
دی محل کے در پہ جا کر یہ خبر

میر عبدالہادی صاحب آئے ہیں
ساتھ اک سائیس اپنے لائے ہیں

باہر آیا راجہ یہ سن کر خبر
رعب کا سید کے تھا اس پر اثر

آن کر ان کی بہت تعظیم کی
پر نہ دل سے ظاہرا تکریم کی

شہ نشیں میں دونوں بیٹھے ایک جا
ہر جگہ کا ذکر بس ہونے لگا

اس نے پوچھا سلطنت کا ان سے حال
کہہ دیا سید نے اس سے خال خال

پھر انہوں نے بھی کیا اس سے سوال
آپ بھی کہئے کچھ اپنے ہاں کا حال

تب بیاں راجہ بھی کچھ کرنے لگا
حال اپنی حکم رانی کا جو تھا

مختصر سا اپنا کچھ کر کے بیاں
اور باتیں وہ لگا کرنے بیاں

ذکر ہر جانب کا جو جو واں ہوا
وہ لکھوں تو طول ہو جائے سوا

دن رہا تھا پہر سے بھی کم وہاں
پہنچے تھے جس وقت یہ راجہ کے ہاں

باتوں باتوں میں جب آئے وقت شام
تب ہوا واں روشنی کا اہتمام

دیکھ کر سید نے قابو ایک بار
فوراً اس کے پیٹ میں مارا کٹار

زخم کاری اس قدر اس کے لگا
جو اسی ساعت میں راجہ مر گیا

کرسی تھی اس شہ نشیں کی کچھ بلند
موقع اپنا دیکھ کر وہ ہوشمند

راہ پر گوشہ نشیں میں در جو تھا
کود اس جانب کو لے نام خدا

تھا لئے سائیس واں گھوڑا کھڑا
ہو سوار اس پر دیا اس کو اڑا

مار کر راجہ کو وہ عالی گہر
خیریت سے پہنچے دم میں آن کر

پہنچے یہ اس وقت محفل میں وہاں
پہلے ختنہ سے سنو اے دوستاں

حال یاں کا سب وہاں جا کر کہا
سن کے یہ دل خوش ہوا ہر ایک کا

مرحبا صد مرحبا سب نے کہا | در حقیقت کام تھا یہ آپ کا

روایت دیگر وقتل راجہ ساسا چندن نیم لنسطور قوم ڈگا بایں صورت تحریر است

اور روایت دوسری ہے اس طرح | لکھتا ہے ناصر علی اب اس طرح
ساسا چندن قوم کا یہ تھا ڈگا | قتل ہونا اُس کا یوں ہی لکھا
ظلم کرتا تھا وہ راجہ رات دن | چین پڑتا تھا نہ اس کو ظلم بن
ظلم اور اس نے نیا جاری کیا | بیاہ کر دولہ دولہن گھر لے گیا
پہلی شب میرے محل میں وہ رہے | دوسری شب دولہ جو چاہے کرے
اس طرح کا حکم جب جاری ہوا | ظلم اس کا تب ہوا حد سے سوا
تنگ آئی تھی رعایا اس قدر | رو رو کہتے تھے وہ یہ شام و سحر
ظلم کی اس کے نہیں کچھ انتہا | جلد غارت ہو یہ راجہ اے خدا
یوں ہی قصہ اس حقیقت حال کا | راجہ وہ جس طور سے مارا گیا
جتنے تھے سادات نوکر شاہ کے | رخصت شادی وہ شہ سے لائے تھے
شادی ختنہ جو تھی میراں سرا | ذکر جس شادی کا پہلے ہی لکھا
سیدوں کا نائی رہتا تھا یہاں | کار خدمت کرنے جاتا تھا وہاں
اس کے بیٹے کی بھی تھی شادی قریب | اس لئے رنجور رہتا تھا غریب
فکر میں رہتا تھا ڈولا دولہا سجا | جان جائے پر نہ ہو یہ ماجرا
وہ گیا ایک روز تھا میراں سرا | کار خدمت کرنے کو سادات کا
تھے جو وہ سید محمد میر عدل | جن کے شامل حال تھا خالق کا فضل
قاضی القضات تھے اور تھے دلیر | رعب میں انسان تھا مانند شیر

عدل اور انصاف میں مشہور تھے
حکم دیتے تھے موافق شرع کے

تھا انہیں منصب یہ از فضل اللہ
قاضی القضات تھے با حکم شاہ

سید راجہ کی تھے اولاد سے
حامیٔ دین رسول اللہ تھے

باادب تھا وہ لئے کسوت کھڑا
منتظر تھا آپ کے وہ حکم کا

باادب بیٹھا اشارے کے وہ ساتھ
لایا حکم ان کا بجا چٹ دھو کے ہاتھ

نائی وہ خط بھی بناتا جاتا تھا
آنسو آنکھوں سے بہاتا جاتا تھا

پوچھا اس سے باعث گریہ ہے کیا
شادی بیٹے کی ہے اس نے یہ کہا

حال جو کچھ تھا مفصل سب کہا
حکم راجہ کا اور اس کے جور کا

روتا ہوں حضرت کہ شادی ہے قریب
میں ہوں خادم آپ کا عاجز غریب

کیا کروں گا وقت جب وہ آئے گا
ڈولا جب راجہ کے گھر میں جائے گا

بن نہیں پڑتی ہے مجھ سے کوئی بات
میں اسی غم میں ہوں دن ہو یا رات

اس سبب سے ہوں بہت ناچار اب
غم یہی رہتا ہے مجھ کو روز و شب

پہلے شب ڈولا بہو کا جائے واں
مارے اس غیرت کے روتا ہوں میاں

پوچھا کتنے روز شادی کے رہے
بولا اب تو ایک ہفتہ باقی ہے

دن مقرر شادی کا تو آج تھا
پر نہ تھا امروز حکم کبریا

میں گیا راجہ کے گھر بیگار میں
فرق آیا شادی کے سب کار میں

کل کو ایک تقریب ہے راجہ کے یاں
کیا کہوں اس دھوم کا حضرت بیاں

کسبیاں نامی سے نامی آئی ہیں
کل بھی وہ راجہ کے ناچی گائی ہیں

جمع کی ہے اس قدر اس نے شراب
ہو نہیں سکتا ہے کچھ جس کا حساب

جلسہ ایسا آج بھی واں ہوئے گا
گر کہوں "اندر سبھا" تو ہے بجا

سن کے بولے اس سے سید میر عدل
ماریں گے راجہ کو گر ہے حق کا فضل

میں کہوں جو تجھ سے وہ لا تو بجا
سید پور کا ہے تو سیدھا جلد جا

ان سے جا کر جتنے میرے بھائی ہیں
کہنا شادی میں بلایا ہے تمہیں

اور بھی اس کے سوا کچھ کام ہے
ان کا تم سب کو یہی پیغام ہے

وہ جو ہیں نامی بہادر اور جری
سب چلیں میراں سرا کو وہ بھی

باندھ کر ہتھیار اور ہو کر سوار
جلد پہنچو واں پڑا ہے ایک کار

مجھ سے یہ سید محمد نے کہا
عدل جن کو ہے لقب شاہی ملا

سن کے نائی دوڑا وہ مثل ہوا
گھنٹہ دو گھنٹہ میں جا اس نے کہا

سنتے ہی واں سے چلے جنگی جواں
سیل کے مانند آئے وہ یہاں

مشہور سب میں ہوا ٹھہری یہ بات
یار دو راجہ کو چل کر آج رات

بھیجو اک مخبر خبر دے آن کر
رقص ہو گا آج ہی یا کل کو ہے

دے خبر وہ آن کے ہم کو شتاب
ہو گئے بدمست وہ پی کے شراب

ایسا موقع دیکھ کر فوراً چلو
یک بیک جاتے ہی اس کو مار لو

وقت ایسا دیکھ کر جو جائیں گے
گر خدا چاہے تو فتح پائیں گے

بھیجا مخبر تب انہوں نے معتبر
تا کہ اس جلسے کی وہ لا دے خبر

جا کے وہ مخبر جو پہنچا اس مکاں
رقص کا راجہ کے جلسہ تھا جہاں

دیکھا اس نے سب کے سب مخمور ہیں
پی کے مے کو وہ نشہ میں چور ہیں

کوئی بہکا کوئی واں خاموش ہے
مثل دیوانہ کوئی مدہوش ہے

آ کے دی ایسی خبر مخبر نے جب
تب لگے یہ کہنے باہم مل کے سب

وقت کا موقع ہے اب جلدی چلو
قتل راجہ کو ابھی جا کر کرو

باندھ کر ہتھیار وہ سب نامدار
قتل کرنے کو چلے ہو کر سوار

ان کے جو ہمراہ میں سائیس تھے
قاعدے بہتر انہیں بتلا دیئے

وقت جس دم جنگ کا آکر پڑے — شہ نشیں کے نیچے ہوں گھوڑے کھڑے
الغرض پہنچے جو یہ چیدہ جواں — در پہ رد کا پہرہ دارو نئے وہاں
میان سے لی کھینچ سب نے اپنی تیغ — مار ڈالے جا کے درباں بے دریغ
پھر تو بے کھٹکے یہ در آنہ گئے — ہاتھوں میں سب ننگی تلواریں لئے
اس مکاں میں جس جگہ جلسہ وہ تھا — دیکھتے کیا ہیں کہ واں چھوٹا بڑا
پی کے مے بدمست ہے جلسہ وہ سب — ہوش میں مطلق نہیں وہ بے ادب
رقص میں بیٹھے ہوئے سب بدگہر — مے پیے مخمور اور ہیں بے خبر
وہ شرابی سب نشہ میں چور ہیں — عقل و دانائی سے اپنی دور ہیں
بزم میں جس دم بہادر پہلواں — مار کے تلواریں پہنچے ناگہاں
دیکھتے ہی سب پریشاں ہو گئے — خوف کے مارے گریزاں ہو گئے
سب وہ محفل درہم و برہم ہوئی — دفعتاً اس بزم میں بھاگڑ پڑی
جس طرف کو جس کو کچھ رستہ ملا — بس اسی راستہ کو وہ بھاگا گیا
سید عبدالہادی صاحب تھے دلیر — بس انہوں نے لیا راجہ کو گھیر
اس کے مارا ہاتھ ایک تلوار کا — درمیاں دالان کا در آگیا
قرب پہنچے در پہ اس دالان کے — بچ گیا اس دم وہ راجہ چال سے
بھاگا سید حادہ محل کو واں جب — دل میں سید نے کہا فوراً یہ تب
ماریں گے اس کو کہاں اب جائیگا — محلوں میں بھی چھپ کے پیچھا کیا
بھاگ کر جب وہ گیا اپنے مکاں — پہنچے فوراً اس کے پیچھے وہ وہاں
ایک جوتا پاؤں سے ان کے گرا — کب وہ اس کی جستجو کا وقت تھا
جستجو جوتے کی گر کرتے وہاں — ہاتھ راجہ پھر نہ آتا بے گماں
پیچھا راجہ کا نہ چھوڑا زینہار — پا کے زد پھر اک لگایا سر پہ وار

وار ان کا اس قدر کاری لگا — دس قدم راجہ کا سر جا کر گرا

مار کر راجہ کو فارغ جب ہوئے — تب اسی رستہ سے باہر کو چلے

ایک جوتا ان کا تھا جس جا رہا — آ کے ڈھونڈا پھر نہ ہاتھ ان کے لگا

دل جو ان کا ساتھیوں کے ساتھ تھا — دھیان جوتے کا نہ ہرگز کچھ کیا

آ ملے جب بھائیوں سے وہ وہاں — شکر حق سے تب ہوئی یوں تر زباں

پھر تو سب سے آپ نے یوں کہہ دیا — مار ڈالا اس کو از فضل خدا

وار اک اس کے لگا تلوار کا — کٹ کے سر ہی دور دھڑ سے جا گرا

اب تامل ہے یہاں پر ناروا — کام پورا فضلِ حق سے ہو گیا

بس یہ سنتے ہی جوانانِ دلیر — ہو کے خوش وہاں سے چلے مانند شیر

نشیں کے نیچے تھے گھوڑے کھڑے — ہو سوار اس پر وہ اپنے گھر گئے

شور و غوغا ان میں واں ہوتا رہا — خیریت سے پہنچے وہ میراں سرا

نالہ و شیون ہوا راجہ کے گھر — روتے تھے اپنے لگانے اور پسر

رانیاں راجہ کی تھیں نالہ کناں — لوٹتی تھیں جیسے مرغ نیم جاں

سینہ و سر پیٹ کر روتی تھیں وہ — جان اپنی ہر طرح کھوتی تھیں وہ

کہتی تھیں ہر ایک یوں ہی ہے سہاگ — تاج سر سے گر گیا اور پھوٹے بھاگ

رو رو کرتی تھی ہر اک اس طرح بین — اٹھ گیا اب ہائے سب آرام چین

ہو گیا راجہ کا گھر ماتم کدہ — روتا تھا سر پیٹ کر چھوٹا بڑا

اور رعایا کا ہر اک خورد و کلاں — یوں دعا کرتا تھا حق سے اس زماں

خوش تو رکھ سادات کو یارب سدا — ظلم سے اس کے دیا ہم کو بچا

اس سبب سے سب رعایا شاد تھی — کرتا تھا ظلم و ستم بے حد شقی

سب یہ کہتے تھے کہ ظلم و جور سے — یارب اب راجہ کے ہاتھوں سے بچے

یہ جو ہے فضل خدا ہم پر ہوا
سب یہ صدقہ ہے نبی کی آل کا

داستان احوال روبکاری مقدمہ اس راجہ کے خون کا آگے بادشاہ دہلی کے معہ دیگر حالات

اب سنو یارو ہوا بعد اس کے کیا
قصہ اس راجہ کا جو مارا گیا

بارگاہ بادشاہ میں خون کی
نالش عبدالہادی صاحب ہوئی

مدعی بیٹھے جو اس راجہ کے تھے
لاش بھی ہمراہ اپنے لے گئے

عرضی دی اور یوں زبانی بھی کہا
شاہ دہلی سے یہ سارا ماجرا

میر عبدالہادی صاحب نے شہا
مار ڈالا ہے یہ راجہ بے خطا

یک بیک درآنہ در سے آن کے
مارا ہے جا کر محل میں جان سے

قتل پہرہ دار بھی کتنے کئے
وہ بچا جو چھپ گیا تھا بھاگ کے

شاہ اب انصاف اس کا کیجئے
داد اس راجہ کے خوں کی دیجئے

مدعی جب شاہ سے یہ کہہ چکا
تب انہیں شہ نے طلب گھر سے کیا

لو سنو احوال اس قصہ کا اب
آ گیا پاس ان کے وہ فرمان اب

تب انہوں نے بھائیوں سے کر صلاح
جس میں دیکھی اپنی فتح کی فلاح

میر عبدالہادی صاحب ذی وقار
رکھ نظر اپنی بفضل کردگار

گھر سے یہ دربار شاہی میں گئے
روبرو اس شاہ کے حاضر ہوئے

شاہ کے دربار میں اس خون کی
روبکاری ان سے واں ہونے لگی

ان سے پوچھا شاہ نے اس وقت سب
مارا کیوں راجہ کو تم نے بے سبب

بولے عبدالہادی سن کر ایک بار
کام یہ میرا نہیں اے شہریار

مارنے سے اس کے ملتا مجھ کو کیا
اس نے مارا ہوگا جس کو کچھ ملا

ہے وہ جس تاریخ میں مارا گیا — شادیٔ ختنہ تھی میرے گھر بپا
سب عمائد میرے گھر مہمان تھے — قتل کو جاتا انہیں گھر چھوڑ کے
ہوں نمک خوار آپ کا جو میں شہا — مجھ سے خود راجہ تھا برہم بے خطا
اس کی بستی کی سکونت چھوڑ کے — اپنی جاگیروں میں ہم جا کر بسے
مارتا راجہ کو تب میں مارتا — جن دنوں بستی میں اس کی رہتا تھا
اب علاقہ اس سے مجھ کو کچھ نہ تھا — مارنے کا کیا سبب اب اسکے تھا
عرضیاں خود وہ ہی مجھ پر دیتا تھا — جن دنوں حاضر یہاں میں رہتا تھا
عرضیاں سب داخل دفتر ہیں اب — کیجئے دفتر سے تو ان کو طلب
حکم حضرت کا ہر ایک پر ہے لکھا — کیجئے ان پر نظر ثانی ذرا
شہ نے یہ سن کر کیا ان کو طلب — دیکھتے ہی کھل گیا احوال سب
بے شبہ یہ عرضیاں تھیں اس نے دیں — وقت تحقیقات سب جھوٹی پڑیں
ہو گیا شہ کو یقیں اس بات کا — ہیں یہ سید بے قصور اور بے خطا
دیکھ کر اس دم مزاج اس شاہ کا — دست بستہ پھر انہوں نے یہ کہا
جب یہاں رہتا تھا جب یہ حال تھا — تھا وہ دشمن میری جان و مال کا
لے کے رخصت اب جو شادی میں گیا — خوب یہ موقع انہیں مجھ پر ملا
مالک مسند جو بعد اس کے ہوا — کام یہ اس کا ہوا ہو اور کا
مدعی نے سن کے یہ شہ سے کہا — پوچھئے جوتا ہے یہ کس کا رکھا
جس نے مارا ہے یہ جوتا اس کا ہے — ورنہ بتلائیں ابھی پھر کس کا ہے
بولے عبد الہادی سن کر ہے میرا — جلسہ شادی میں یہ چوری تھا گیا
اور جوتے بھی کئی چوری گئے — ایک میرا بھی گیا تھا وہ یہ ہے
بالعمد جوتا منگایا ہے میرا — اور جوتوں سے غرض ان کو تھی کیا
جا کے راجہ کو میں تنہا مارتا — عقل میں کیونکر یہ بات آئی شہا

واسطہ کیا قتل سے اس کے ہمیں ❊ مارا ہوگا وارث مسند جو ہیں
حکمراں اور صاحب لشکر جو تھا ❊ بس اکیلا مارتا کیونکر بھلا
جب بیاں اس طرح واں اس کا ہوا ❊ تب دوبارہ مدعی نے یہ کہا
وارثِ مسند تھا خوں اس کا کیا ❊ مارے پہرہ دار پھر کیوں بچطا
راج و مسند پائے راجہ مار کے ❊ مارے پہرہ دار پھر کس واسطے
مار کر راجہ کو پایا راج و مال ❊ پہرہ داروں کو جو مارا کیا مجال
مدعی کا یہ ہوا اظہار جب ❊ یوں لگے فرمانے اس دم شاہ تب
سب کے سب یہ قتل سید نے کئے ❊ خون ناحق اپنی گردن پر لئے
نور امجد الہادی نے سن کر سوال ❊ در جواب ان کے کیا یوں عرض حال
ایک انساں اے شہ عالی مقام ❊ اس جگہ کیونکر کرے گا ایسا کام
جس محل کے آہنی ہوویں کیواڑ ❊ اور جڑی ہوں میخ ان میں نوکدار
پہنچی اس کی ہو سلہ لوہے کا ہو ❊ توڑے ان کو کیا مجال انسان کو
اور علاوہ اس کے اے عالی وقار ❊ سینکڑوں ہوں گرد اس کے پہرہ دار
اس محل میں جا کے خونریزی کرے ❊ اور وہاں سے ثابت و سالم پھرے
ہو لڑائی اس سے واں تلوار کی ❊ وہ نہ کھاوے زخم اپنے ایک بھی
مارے پہرہ دار اور توڑے کیواڑ ❊ ایک انساں کیا مجال اے شہریار
ایسے در کو توڑ ڈالے آن میں ❊ اتنی طاقت ہو کہاں انسان میں
قلعہ میں جس کا ہو محکم ایسا گھر ❊ قتل واں جا کر کرے کیونکر بشر
اک بشر سے ایسا ہوتا ہے کہیں ❊ آدمی کا کام یہ ہرگز نہیں
اے شہا یہ کام ہیں جنات کے ❊ زور ایسا ہو ملک یا دیو سے
ہو فرشتہ یا کوئی جنات ہو ❊ وہ کرے گا اس جگہ اس کام کو

ایسی طاقت ہے خدا نے ان کو دی
جاتے اور آتے نہ دیکھے کوئی بھی

اے شہا اظہار یہ جوان کا ہے
میری نسبت جاکے وہاں مارا لے

بات ان کی عقل سے ہے شاہ دور
کام ایسا کب بشر سے ہو حضور

ہے غلط سب ان کا کہنا اے شہا
عقل میں کس طرح آوے گا بھلا

غور کی یہ جا ہے شاہ دادگر
مارنا راجہ کو جا کر اس کے گھر

پاس میرے ملک ہوتا اور سپاہ
اور خزانہ بھی اگر اے بادشاہ

فوج اپنی ساتھ میں لاتا اگر
جنگ اس راجہ سے کرتا آن کر

قتل ہونا اس کا کیا کچھ سہل تھا
پہلے خوں ہوتا ہزاروں جان کا

قتل ہوتے جنگ میں جب بے شمار
ہر طرف کے مرد پیدل اور سوار

قتل حیوان و بشر ہو جاتے جب
ضرب سے لوگوں کی وہ مر جاتے سب

نوبت آتی جب کہیں تلوار کی
فضل حق سے فتح بھی ہوتی مری

روبرو میرے اگر یہ بھاگتا
پیچھے اس کے میں بھی جا مارتا

جاتا یہ اندر محل کے بھاگ کر
پیچھے اس راجہ کے ہوتا میں اگر

جب میں اس قابل کا ہوتا اے شہا
تب اسے جا کر محل میں مارتا

میری تہمت کے لئے اے بادشاہ
خون یہ ناحق کئے بے اشتباہ

مجھ پہ یہ ناحق کیا ہے افترا
غور کرنے کی جگہ ہے اے شہا

مقفل راجہ نے بنائی ہے محل
جا نہیں سکتا جہاں رستم سا یل

پہرہ داروں سے اگر پہلے ملے
گر کوئی جائے تو وہاں جا سکتا ہے

مارتے گر یہ نہ اپنے پہرہ دار
مجھ پہ ہوتی پھر نہ تہمت زینہار

ہوتے پھر کیونکر یہ مجھ پہ مدعی
آپ مارا اور تہمت مجھ پہ کی

ان کا جب اظہار ایسا ہوا
تب یقیں شہ کو یہ بالکل ہوگیا

بے شبہ دعویٰ غلط ان پر ہوا　　پھانسنے سید کو ہیں یہ بے خطا
جب ہوا شہ کو یقیں اس بات کا　　ہیں یہ سید بے قصور اور بے خطا
شاہ نے اُس وقت تب ان سے کہا　　یہ بیاں اس دم جو ہے تم نے کیا
اس بیاں کرنے کا ہے کوئی گواہ　　عرض کی سید نے ہیں بے انتہا
جس کو جی چاہے طلب فرمایئے　　جانئے صادق جسے بلوائیے
شاہ بولے ان سے جو تھے مدعی　　یہ سچ اگر کہنا تمہارا ہے یہی
واسطے تصدیق کے اب جلد تر　　لائیے اپنے گواہ ہوں جس قدر
مدعی نے لا کے قصہ مختصر　　دس گواہ اپنے بنا لئے چھانٹ کر
متفق اس کے گواہوں نے کہا　　اپنا جو اظہار دینے کو کہا
ہم نے دیکھا ہے وہاں لے بادشاہ　　مارا عبدالہادی نے بے اشتباہ
یہ گواہی دے کے اس راجہ کی سب　　ہٹ گئے وہ روبرو سے شہ کے جب
فوراً عبدالہادی کو سوجھا یہ طور　　ہو کھڑا میری جگہ پر کوئی اور
لمبے قد کا ایک صاحب دیکھ کر　　کر تلاش اپنا مشابہ سر بسر
باوقار و ہوشیار و باہنر　　اور لباس اپنا پہنا کر عمدہ تر
ان کو کر اپنا مشابہ سر بسر　　رکھ کے پھر فضلِ الٰہی پر نظر
کہہ دیا ان سے کہ عقل و ہوش سے　　خوب تم میری جگہ پہچان کے
جا کھڑے ہو وہ جو ہے میرا مقام　　عرض اب شہ سے کرو یہ لا کلام
جو سخن ہم نے تمہیں سمجھا دیئے　　شاہ سے یہ عرض جا کر کیجئے
وہ سمجھ کر جو سخن مطلب کے تھے　　ہو گئے ان کی جگہ جا کر کھڑے
آپ پوشیدہ نظر سے ہو گئے　　لیکن اب دربار میں حاضر ہوئے
جو جوان ان کی جگہ پر تھا کھڑا　　شاہ سے یہ التماس اس نے کیا

اب گواہوں سے یہ اس کے پوچھیے
میر عبدالہادی ان میں کون ہے

شاہ نے کہنا قبول ان کا کیا
روبرو اظہار ان سے پھر لیا

وہ گواہ ہو کر جمع پھر سب کے سب
روبرو شہ کے گئے حسب الطلب

شہ نے پوچھا پھر دوبارہ ان سے تب
جس نے مارا ہے اسے پہنچا تو اب

جس سے فرماتے شہ عالی جناب
کون ہے وہ ہم کو بتلاؤ شتاب

کرتے تھے شہ جس کی جانب کو نگاہ
کہتا تھا اس طرح سے اس کا گواہ

اس طرف کر کے اشارہ ہاتھ کا
تھا جگہ جو عبدالہادی کی کھڑا

میر عبدالہادی کہتے ہیں جنہیں
یہ وہی ہیں مارتے دیکھا انہیں

میر عبدالہادی ان کا نام ہے
قتل کرنا سب یہ ان کا کام ہے

متفق ایک ایک نے جب یہ کہا
تب بخوبی شہ کو ظاہر ہو گیا

یہ بیاں ان کی بناوٹ کا ہوا
جھوٹ سب ان کے گواہوں نے کہا

بولے عبدالہادی صاحب سے یہ شاہ
لائیے اپنی بریت کے گواہ

آئے عبدالہادی پھر شہ کے حضور
عرض کی اے شاہ میں ہوں بے قصور

عرض کی یہ حکم سن کر شہ کا تب
جس کو چاہیں آپ کر لیویں طلب

حکم شاہی الغرض جس کو ہوا
یاں سے وہ سید طلب ہو کر گیا

جو معزز تھے ہوئے جھٹ کر طلب
یاں سے پہنچے بارگاہ شہ میں سب

جا کے واں آداب یہ لائے بجا
جس طرح سے قاعدہ شاہوں کا تھا

شاہ نے ان سے بہ نرمی یوں کہا
سچ کہو یہ ماجرا کیونکر ہوا

ہو کے حاضر روبرو اس شاہ کے
جو کیا اظہار دینے کے لیے

متفق ایک لفظ سب نے یہ کہا
شادی ختنہ تھی ہم تھے ایک جا

واں یہ عبدالہادی بھی موجود تھے
اہتمام جلسہ سب ان سے ہوئے

تین دن اس جا رہی تھی دھوم دھام
روز کرتے رہتے تھے سب اہتمام

یہ نہیں دم بھر کہیں کو بھی گئے
بیٹھے اک جا کام یہ لیتے رہے

جوڑے جوتوں کے کئی چوری گئے
ایک ان کا بھی گیا تھا وہ یہ ہے

دشمنِ سید ہیں یہ سب مدعی
آپ مارا اور تہمت ان پہ کی

ان گواہوں کا بیاں سن کر گیا
میر عبد الہادی کو شہ نے رہا

کر دیا اس شاہ نے ان کو بری
علتِ خوں سے بفضل ایزدی

اب گواہوں کا سنو تم ماجرا
جیسا پایا تھا لقب ویسا ملا

جب گواہ ان کی گواہی دے چکے
پہنے وہ جیسے لباس اس وقت تھے

شہ نے ویسا ہی انہیں اس دم کہا
وہ لقب مشہور سب میں ہو گیا

سیاہ عمامہ ایک کے سر پر جو تھا
کالی پگڑی والا ان کو تھا کہا

ایک کے سر پہ عمامہ تھا بڑا
ان کو فرمایا تھا شہ نے بڑ پگلا

ایک کا بانا سفید اس وقت تھا
شاہ نے خوش ہو انہیں بگلا کہا

تھا کہا وقت گواہی ایک کو
لفظ حقانی سر اجلاس جو

باعث حقانی کے کہنے کا یہ تھا
شاہ کا مطلب کہ صحیح اس نے کہا

الغرض شہ نے جسے جو تھا کہا
وہ ملقب اس لقب سے ہو گیا

آج تک قائم محلے ہیں تمام
وہ نہیں لیکن رہے گا ان کا نام

تھے معزز ایسے یہ سب نامدار
شاہ بھی کرتا تھا خود ان کا وقار

وہ جو تھے راجہ کے بیٹے مدعی
ان کی نسبت یہ ہوا حکم شہی

تم نے دعویٰ ہی غلط ان پر کیا
بے شبہ یہ ہے تمہارا افترا

قتل اس راجہ کو خود تم نے کیا
کچھ نہیں ان کی خطا اس میں ذرا

قتل پہرہ دار بھی تم نے کئے
خون یہ سب اپنی گردن پر لئے

ان کے خوں کرنے سے کیا تم کو ملا
کام یہ تم نے بُرا بیحد کیا

مدعی راجہ کے تھے بارہ پسر
قہر کی ان پر ہوئی شہ کی نظر

لو سنو اب آگئے حال مدعی
ان پہ صادر یہ ہوا حکم شہی

حکم قہری ان کی نسبت یہ ہوا
شاہ دہلی کا بہت ہو کر خفا

مفترق ہو شہر کو تم چھوڑ دو
بارہ تم بارہ جگہ جا کر رہو

حکم شہ کا ان کی نسبت یہ ہوا
فاصلہ کوسوں کا ہو ہر ایک کا

اس طرح جا کر بساں یہ مفترق
واسطے ان کے سزا ہے بس یہی

بھائی سے بھائی جدا ہو کر رہے
تا نہ کوئی فعل پھر ایسا کرے

الغرض بیٹے جو اس راجہ کے تھے
بارہ وہ بارہ جگہ جا کر رہے

رشتہ دار راجہ اور اس قوم کے
جتنے تھے وہ ساتھ ہیں ان کے گئے

شاہ نے اس کے بدل میں بخشدی
کچھ زمینداری انہیں دیہات کی

چند سال آباد وہ ہو کر رہے
بعد ازاں برباد سارے ہو گئے

ظلم راجہ کا تھا جو حد سے سوا
کچھ نہ کرتا تھا وہ خوف کبریا

آخر اس پر یہ ہوا قہر الٰہ
ہو گئی اولاد اس کی سب تباہ

ہو گیا غارت مع اولاد وہ
ظلم کے باعث ہوا برباد وہ

کل عمارت اور مکاں جو ان کے تھے
شاہ دہلی نے وہ سب ان سے لئے

شہر ان سے الغرض شہ نے لیا
اور زمیندارا عوض میں کچھ دیا

بانی شر تھا جو وہ زانی بڑا
مل گئی اس ظلم کی اس کو سزا

تھے بڑے افعال جو اس کے سوا
یہ سزا پائی کہ وہ غارت ہوا

یہ نصیحت میری یارو مان لو
ظلم ہے از حد بُرا یہ جان لو

ظلم کی ڈالی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سنو چلتی نہیں

جو کوئی بنیاد رکھے ظلم کی ۔ اس کا بس انجام ہوتا ہے یہی
اور کہو جس کو کہ ہے خوفِ خدا ۔ ہو گا اس کا دین و دنیا میں بھلا
حکم شاہی یہ ہوا سادات کو ۔ شوق سے تم شہر میں جا کر بسو
پھر تو سب سادات یاں آکر رہے ۔ یوں محلے نامزد ان سے ہوئے
جس ملقب نے جہاں مسکن کیا ۔ وہ محلہ نامزد ان سے ہوا
اس دعا کا ان کی یہ انجام ہے ۔ وہ نہیں زندہ پر ان کا نام ہے
وہ دعا جو جد کے روضہ پر تھی کی ۔ واسطے سے ان کے پوری ہو گئی
پہلی جو سادات نے کی تھی دعا ۔ ذکر جس کا میں نے سابق میں کیا
سوت وہ بہتا ہوا دریا جو تھا ۔ ہو گیا تھا خشک وہ وقت دعا
تھی جو وہ حق سے دعا سادات کی ۔ واسطے سے حق کے وہ پوری ہوئی
اور شہروں میں بڑی ہے اسکی شان ۔ یاں فقط باقی ہے کچھ اس کا نشان
وہ دعا مقبول ان کی ہو گئی ۔ مل گئی بالکل ریاست شہر کی
شہر میں پائی ندی سوکھی تمام ۔ چین سے رہنے لگے سب خاص و عام
دونوں بیٹوں کی یہاں اولاد ہے ۔ ان کے رہنے سے ہر اک دل شاد ہے
بعض سید ہیں بزرگ ان کے ہیں اور ۔ وہ بہتر ہیں کیا ہم نے جو غور
وہ بھی سید ہیں ذرا بھی شک نہیں ۔ میرے اس کہنے کو تم کرنا یقین
جس طرف دیکھو علی کے ماہ ہیں ۔ یاں بہت سادات عالی جاہ ہیں
گلشنِ سادات پھولا باغ باغ ۔ فاطمہ زہرا کا گھر گھر ہے چراغ

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات مجیب الدعوات جل جلالہٗ وجل شانہٗ

یاالٰہی ہو دعا میری قبول — تاقیامت خوش رہیں آلِ رسولؐ
ہر گناہ سے ہر بلا سے دے بچا — تا رہیں جنت میں یہ فرماں سدا
دے تو ان کو عزت و اولاد و مال — ان کے صدقے سے کہ ہیں جتنی آل
جو ہوئے اور ہوں گے اور ہیں انکی آل — کیجیے سب نیک تو ان کا مآل
یاالٰہی جتنے مومن ہیں تمام — بخشنا ان کو پئے خیر الانام
یاالٰہی میری ساری حاجتیں — کیجیے پوری ہوں محتاج میں
یاالٰہی مجھ کو کوئی غم نہ ہو — اور غمِ حسینؑ مجھ سے کم نہ ہو
یاالٰہی از برائے ہر ولی — کیجیے حاصل میرے مطلب دلی
یاالٰہی از پئے خیر البشر — تیری رحمت کی رہے مجھ پر نظر
شاد و خرم میں رہوں یارب مدام — بہرِ روحِ احمدؐ و بارہ امامؑ
یارب از بہرِ نبیؐ ذوالکرم — دین و دنیا میں نہ ہو کچھ مجھ کو بیم
مجھ کو یارب از پئے شاہِ امم — تنگ دستی کا نہ ہو دنیا میں غم
یارب از بہرِ محمدؐ اور بتولؑ — ہوں نہ میں کونین میں غم سے ملول
بہرِ احمدؐ ہو نہ یارب کچھ عذاب — مجھ پہ در عرفات و در روزِ حساب
یارب از بہرِ علیؑ عالی جناب — قبر کا کچھ بھی نہ ہو مجھ پر عذاب
از پئے شاہِ شہیدِ کربلا — دیجیے جنت میں یارب مجھ کو جا
روزِ محشر میرے یارب ہر گناہ — بخشیے بہرِ شہیدِ کربلا
کیجیے تو بہرِ روحِ مصطفیٰؐ — یہ دعائیں میری پوری اے خدا
از برائے چاردہ معصومؑ کے — مجھ کو یارب روزِ محشر بخشیے

ہر گنہ یارب تو میرا بخش کر
کیجیے مجھ کو عطا جنّت میں گھر

بعد مردن یارب از بہرِ رسولؐ
ہو میری یہ روح ایک جنّت کا پھول

بخشیے بہرِ نبیؐ اے کردگار
ہر خطا ناصر کی در روزِ شمار

جو کوئی لکھ بھی دیا اس کو پڑھے
ہر خطا اس کی بھی یارب بخشیے

یاالٰہی از پئے ہر انبیاءؑ
کیجیے سب حاجتیں میری روا

خاص جو جو ہیں مطیعِ پنجتنؑ
دور رکھنا ان سے ہر رنج و محن

بخشیے بہرِ نبیؐ اے کردگار
ہر گنہ ناصر کا در روزِ شمار

یاالٰہی بہرِ ازواجِ رسولؐ
کیجیے میرے یہ سب مطلب حصول

لکھ چکا جس دم رسالہ یہ تمام
فکر میں تھا کیا رکھوں میں اس کا نام

ہاتھ میں خامہ لئے تھا سوچتا
غیب سے اس وقت یہ آئی ندا

یعنی اے ناصر سعید المسلمین
نام لکھ دے اس کا ذکر الکاملین

حکم غیبی جب یہ ناصر کو ہوا
نام ذکر الکاملین اس کا رکھا

لو سنو تاریخ کا بھی تم پتا
ہجری سنہ بارہ سو اسّی میں لکھا

ناصر اب کر یہ رسالہ ختم زود
شکر حق اور پنجتنؑ پر پڑھ درود

صورتِ شیرِ کردگار

سردار نقوی

میرے لئے مرا نسب باعثِ فخر و افتخار
میری بنائے افتخار، قولِ خدا پہ استوار

آدم و نوح کو ملا رتبۂ اوجِ اصطفےٰ
آگے بڑھا جو سلسلہ مل گیا نسل کو وقار

آئی بہ لطفِ ذوالجلال منزلِ اصطفےٰ پہ آل
نسلِ خلیل کا کمال، ذاتِ حبیبِ کردگار

عارفِ کنزِ کبریا، اولِ عبدِ مصطفےٰ
نغمۂ کن کا مدعا، گلشنِ امر کی بہار

وجہِ ثباتِ کائنات، باعثِ خلقتِ حیات
بندۂ کبریا صفات، ہادیٔ عبدیت مدار

آلِ خلیل کی طرح آلِ نبی بھی مصطفےٰ
منزلِ اصطفا میں ہے آل بھی مصطفےٰ وقار

شاہ و رسل کے ساتھ ان پہ بھی فرض ہے درود
یہ بھی ہیں مقصدِ وجود، یہ بھی ہیں امرِ اقتدار

بعدِ رسولِ کبریا، اثنا عشر کا سلسلہ
جادۂ حق کا رہنما، دینِ خدا کا ذمہ دار

وارثِ علمِ ذوالمنن نسل کی نسلِ بت شکن
صلح میں حکمتِ حسن جنگ میں ضربِ ذوالفقار

آلِ رسول میں سبھی خلق میں مصطفےٰ مزاج
آلِ رسول میں سبھی عزم میں مرتضیٰ شعار

گاہ علی کا دبدبہ، گاہ حسن کا حوصلہ
گاہ جہادِ کربلا گاہ غریب و بے دیار

مسندِ علم پر کبھی جلوۂ باقر العلوم
گلشنِ صدق میں کبھی صادقِ آل کی بہار

گاہ بہ سطحِ ضبطِ نفس جلوۂ حلمِ کاظمی
گاہ بہ جادۂ یقیں، صبر و رضا کا شاہکار

گاہ بہ عہدِ کم سنی مظہرِ علم و آگہی
گاہ بہ اقتضائے وقت ہیبتِ شیرِ کردگار

نسلِ رسولِ پاک میں بعدِ محمد تقی
مرتضیٔ حق سے تھے علیؑ کارِ نبی کے ورثہ دار

ہیں یہ علی نقیؑ نام ہے جن کے انتساب
میرے لئے جوازِ فخر، وجہِ نشاط و افتخار

مرکزِ رحمت و کرم، دافعِ مشکل و الم
ہادیٔ مصطفےٰ حشم، رہبرِ مرتضیٰ وقار

یہ بھی علیؑ کی طرح سے مرکزِ دینِ حق رہے
یہ بھی حریفِ ظلم تھے، صورتِ شیرِ کردگار

دور میں ان کے اپنے بھی ظلم کی صف کشی رہی
عہد میں ان کے اُن سے بھی اُلجھا ہے تختِ بدبار

حلقہ بگوشِ معرفت سارے چرند اور درند
زیرِ نگیں ہے خشک و تر، لوح و قلم پہ اقتدار

حیلہ تراشتی رہی ظلم کی برہمن روی
معرضِ امتحاں میں تھے مثلِ شیرِ کردگار

حق کا اسد تھا مطمئن، دیکھ رہے تھے انس و جن
گنتا تھا مکر اپنے دن، کانپ رہے تھے حیلہ گار

دیکھا جو روئے دلستاں، چوم کے پائے حق نشاں
کرتے تھے شیر بے زباں عہدِ ولا کو استوار

نسلِ علی نقیؑ میں تھے ایک وہ سیّد حسین
اپنی حدود میں جو ہیں ملکِ ولا کے شہریار

دسویں امام سے ہے یوں اُنکے نسب کا سلسلہ
گویا کہ باغِ نسل میں آئی ہو گیارہویں بہار

خدمتِ دین سے ملا انکو یہ دائمی شرف
مرکزِ فیض و رشد ہے آج بھی آپکا مزار

زندہ ثبوت جس کا ہے آج بھی بچھوؤں کے ڈنک
فضلِ خدا سے ہے مزار اب بھی کرامت آشکار

علم و عمل کا آئینہ، راہِ ولا کا رہنما
سالکِ جادۂ صفا، زہد کے باغ کی بہار

ان کی ولا کا ملک ہیں آج بھی مومنوں کے دل
ہند کے ایک شہر پہ اب بھی ہے انکا اقتدار

نذرِ جمیل

منقبت سید العارفین قدوۃ السالکین حضرت سید حسن المعروف بہ مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت

نقوی الواسطی الامروہوی قدس سرہٗ العزیز

اے مشعلِ راہِ علم و عرفاں — وے شاہدِ جلوہ ہائے پنہاں
اے صوفیِ کجکلاہ و مخدوم — وے عارفِ عارفانِ دوراں
اے بحرِ علوم و شیخ کامل — وے وارثِ علمِ شیرِ یزداں
اے واقفِ معنیِ حقیقت — وے ماہرِ کل رموزِ قرآں
اے گوہرِ سلکِ سبطِ عاشر — لختِ جگرِ شہِ خراساں
اے حاملِ سوز و ساز رومی — وے محرمِ بزمِ مے مستاں
ماموربہ منصبِ ولایت — سجادہ نشینِ شاہِ مرداں،
در محفلِ اولیائے بیشیں — چوں ماہِ مبیں منیر و تاباں،
در سلسلہ جلالِ اعظم — سرخیلِ گروہِ خرقہ پوشاں
شادیم کہ با تو نسبتے ہست — اے جدِ بزرگ و فخرِ اقراں

اے مخزنِ رازہائے حکمت — دانائے مسائلِ شریعت
اے مایۂ نازشِ طریقت — دے صاحبِ کشف وصد کرامت
نازیم ہماں برایں سعادت — بر فرقِ تو تاجِ افضلیت
"بر دوشِ تو پرچمِ ہدایت" — لاریب توئی شہِ ولایت

اے شاہِ ولایتِ گرامی — مہتابِ سپہرِ نیک نامی
اے اشرفِ اولیائے ہندی — دے قائد و ہادی دا نامی
از فیضِ تو بہرہ ور خلائق — تو شاہدِ نورِ ربِ سامی
در مکتبِ وحدت و تصوف — با ہاتفِ غیب ہمکلامی
اے وارثِ مسندِ ائمّہ — دے مورثِ خاندان نامی
صیادی و واسطی نژادی — ارفع نسبت ز کلِ خامی
از نورِ تو شہرِ ما منور — از قربِ تو ذاتِ ناگرامی
حق گفت جمیل مرشدِ من — دگو مستحقِ لکِ احترامیؒ

در حالِ تو قالِ ما نگنجد
تو کامل و ناقصم تمامی

"خون ہے شاہِ ولایت کا رگوں میں اپنی"

ہلال نقوی

ہم کہ احساس بھی ادراک بھی تعمیر بھی ہیں
مہرِ تابندۂ اسلاف کی تنویر بھی ہیں
کون کہتا ہے کہ مٹتی ہوئی تصویر بھی ہیں
فخر ہے جس پہ صحیفوں کو وہ تحریر بھی ہیں

دادِ علمی ہمیں افکار کی شاہی دے گی
شجرۂ پاک کی تاریخ گواہی دے گی

ہم کہ پیراہنِ انوار سراپائے ادب
ہم ہیں حکمت کی جوانی میں امنگوں کا سبب
ہم ہیں منزل کی طرف پختگیِ راہِ طلب
ہم ہیں پاکیزگیِ سلسلۂ نام و نسب

تابشیں ختم ہیں شرافت کے نگوں میں اپنی
خون ہے شاہِ ولایت کا رگوں میں اپنی

ہم کہ اس خطۂ ارضی پہ جہاں جا کے بسیں
وہ جواں سال ہوں ہم یا ابھی بھیگی ہوں مسیں،
فوجِ اعدا کے مُقابل کمروں کو جو کسیں
لاکھ موذی ہوں مگر نیش نہ عقرب کے ڈسیں

کیوں نہ آفات رہیں دُور کہ خوش ذات ہیں ہم
خشک و تر جانتا ہے سیّد سادات ہیں ہم

جبکہ مضبوط ازل سے ہے ہماری بُنیاد
پھر تو اک سدِ سکندر ہیں ہمارے افراد
ہم کو وہ درسِ عمل دے کے گئے ہیں اجداد
جن سے ہم لوگ ہیں ثابت قدمی میں فولاد

چھاتی سنگلاخ چٹانوں کی، کمر لوہے کی
تمکنت ہم میں جھلک دیتی ہے آمرِ دبے کی

گرچہ ہم سب پہ گراں بار ہوا ترکِ وطن
گرچہ گھیرے ہی رہی ہم کو معاشی اُلجھن
گرچہ پائے تھے یہاں ہم نے بہت رنج و محن
کیا ڈرائے گی مگر وقت کے ماتھے کی شکن

شجرۂ نسلِ امامت سے قوی ہیں ہم لوگ
سُن لے دُنیا! نقوی اور نقوی ہیں ہم لوگ

سید آباد محمد رزا مرزا امروہوی

اے مرجعِ اربابِ وفا شاہِ ولایت
شیدا ہیں ترے اہلِ وفا شاہِ ولایت

تو گیارہواں فرزند ہوا چوتھے علی کا
اے سلسلۂ آلِ عبا شاہِ ولایت

وہ زہد ترا ناز ہو معصوم کو جس پر
اے صاحبِ تسلیم و رضا شاہِ ولایت

امروہہ جسے کہتا ہے اب سارا زمانہ
یہ شہر ترے دم سے بسا شاہِ ولایت

ہٹتی ہی نہیں آنکھوں سے اس طرح بسی ہے
پرکیف وہ روضے کی فضا شاہِ ولایت

یہ جذب کا عالم کہ جمادات بھی تابع
دیوار کا گھوڑا وہ ترا شاہِ ولایت

ممتاز ادیب اور خطیب

سید ضمیر اختر نقوی کی دوسری کتابیں

(۱) جوش ملیح آبادی کے مرثیے

(۲) اردو مرثیہ پاکستان میں

(۳) اردو غزل اور کربلا

(۴) شعرائے اردو اور عشق علی

(۵) تلامذۂ ناسخ

(۶) خاندانِ انیس کے عظیم مرثیہ نگار

(۷) تاریخِ مرثیہ نگاری

(۸) میر انیس، زندگی اور شاعری

(۹) اقبال کا فلسفۂ عشق

(۱۰) ہزار برس (خود نوشت)